ادارۂ اینگلو عربک دہلی

سلسلۂ

تعلیم الدین
کی
پہلی کتاب

از

عبدالخالق ایم اے
لکچرار اینگلو عربک کالج دہلی

سنہ ۱۹۲۱ء

طبع اول ۱۰۰۰ | قیمت ۳؍

۷۸۶

دیباچہ

جن لوگوں کو اسلامی مدارس میں جہاں مروجہ انگریزی تعلیم رائج ہے، دینیات کی تعلیم دینے کا اتفاق ہوا ہے وہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ بہت کم بچے دینیات کی تعلیم سے زیادہ دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔ اسکی وجہ کچھ تو زمانہ کی روش اور انگریزی تہذیب و تمدن کی طرف عام رجحان ہے اور کچھ دینیات کی کتابوں میں مسائل کی تدریس کا غیر دلکش طریقہ ہے جو بچوں کو اس طرف زیادہ متوجہ ہونے نہیں دیتا۔ جہانتک پہلی وجہ کا تعلق ہے وہ کسی ایک کے بس کا کام نہیں ہے۔ اس کیلئے تمام مسلمانوں کو مجموعی حیثیت سے کوشش کرنی چاہئے۔ البتہ دوسری وجہ کو دور کرنے کی کوشش لکھنے والے کا کام ہے اس خیال کو مدنظر رکھکر سلسلہ تعلیم الدین کی پہلی کتاب شائع کی جارہی ہے۔

اس کتاب کو پڑھنے والے دو باتیں محسوس کرینگے اولاً یہ کہ اخلاق و سیرت کی باتیں نہایت سہل قصہ سلسلے ہی نسج کی گئی ہیں، اخلاق مقدم ہیں اسلئے کہ اخلاق ہمارے دین کا اہم جزو ہے ثانیاً یہ کہ سیرت کی باتوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعجازی حالات کا ذکر نہیں کیا گیا ہے اسلئے کہ یہ باتیں بچے کی فہم سے بالاتر ہیں۔ اسلئے کوشش کی گئی ہے کہ صرف وہ باتیں درج کیجائیں جو بچوں کیلئے قابل عمل ہوں اور ان کی سمجھ میں آسکیں۔

آخر میں ان تمام اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تدوین میں میری مدد کی ہے خصوصاً اراکین ادارہ انگلو عربک بالخصوص مولوی گل احمد صاحب منشی فاضل مولوی فاضل ادیب کا جن کی مفید تجاویز سے میں نے بہت کچھ فائدہ اٹھایا ہے۔ پھر بھی اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو قارئین اس پر نگاہ رکھتے ہوئے درگذر سے کام لیں اور خاکسار کو اطلاع دیں۔ تاکہ آئندہ اسکی اصلاح کیجا سکے۔

ان تجد عیبا فسد الخللا ۔ جل من لا عیب فیہ وعلا

عبد الخالق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام

بچو! کبھی تم نے اس بات پر بھی غور کیا ہے کہ تم مسلمان کیوں کہلاتے ہو؟ اسلام کے کیا معنی ہیں؟ اور یہ کہ ایک مسلمان کا طرز عمل کیا ہونا چاہیئے" تاکہ وہ صحیح معنی میں مسلمان کہلا سکے؟ آؤ ہم تمہیں یہ باتیں سمجھائیں اور بتائیں کہ اسلام کے کیا معنی ہیں۔ نیز یہ کہ مسلمان کون لوگ ہوتے ہیں۔

"اسلام" کے لفظی معنی ہیں مان لینا یا کسی کے آگے گردن جھکا دینا۔ ہم جب اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں یا "مسلم" کے لفظ سے پکارتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم خدا اور اُس کے رسول کے احکام کے سامنے اپنی گردن جھکا رہے ہیں یا اُنہیں تسلیم کرتے ہوئے اُن پر عمل کرتے ہیں یعنی ہر وہ کام جس کے کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اُسے کرتے ہیں اور جس کام سے ہمیں منع کیا گیا ہے اُس سے باز رہتے ہیں اور نہیں کرتے۔ اگر ہم ان باتوں پر عمل نہیں کرتے جن کے کرنے کا خدا اور

اُس کے رسُول نے حکم دیا ہے یا اُن باتوں سے باز نہیں رہتے
جن سے ہمیں منع کیا گیا ہے تو ہم صحیح معنی میں مسلمان نہیں ہیں
پس تمہیں چاہئے کہ جب تم کوئی کام کرو تو دیکھ لو کہ کہیں
ایسی بات تو نہیں کر رہے جس سے خُدا اور اُس کے رسول نے روکا ہے
اگر تم ایسے کام کروگے جن سے خدا یا اُس کے رسول نے منع فرمایا ہے
یا ایسے کام نہیں کروگے جن کے کرنے کا حکم دیا ہے تو تم اصلی
مسلمان کہلانے کے حقدار نہیں ہوگے۔ صرف نام کے مسلمان ہوگے
کام کے مسلمان نہیں۔

(۲)

کلمۂ طیبہ و کلمۂ شہادت

پچھلے سبق میں تم پڑھ چکے ہو کہ اصلی مسلمان سے کون
لوگ مراد ہیں۔ اس سبق میں ہم اس بات کو ذرا تفصیل سے بیان
کرتے ہیں۔ تم نے جب کبھی کسی غیرمسلم کو مسلمان ہوتے دیکھا
ہوگا تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اُسے صرف چند لفظ کہنے پڑتے
ہیں جن کے لیے وہ ہمارا تمہارا مسلمان بھائی بن جاتا ہے وہ چند
لفظ کیا ہیں۔ آؤ! ہم تمہیں بتائیں وہ یہ ہیں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلعم اسکے بندے

وَرَسُوْلُهٗ -

اور اسکے طرف سے پیغام لانیوالے ہیں۔

الفاظ کا یہ مجموعہ کلمہ شہادت کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یعنی ایک غیر مسلم مسلمان ہوتے وقت دو باتوں کی گواہی دیتا ہے یا اقرار کرتا ہے ایک یہ کہ اللہ کے سوا وہ کسی اور کو عبادت کے قابل نہیں سمجھتا۔ دوسرے یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بھیجے ہوئے بندے ہیں اور جو احکام اُن پر نازل ہوئے ہیں اُن کے سامنے وہ سر تسلیم خم کرکے وعدہ کرتا ہے کہ ان پر اپنی بقیہ زندگی میں وہ پوری پوری طرح عمل کرتا رہے گا۔ یہی وہ بات ہے جس پر ہر شخص عمل کرکے نام کا مسلمان نہیں کام کا اور حقیقی مسلمان بن جاتا ہے۔ اِس کلمہ کو مختصر طور پر ہم یوں بھی کہتے ہیں اور اسکو

ف ۱ چونکہ حضرت محمد ہمارے رسول ہیں اور خدا کی طرف سے ہماری ہدایت کیلئے پیغام لائے ہیں اسلئے جب آپ کا نام آئے تو صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلہٖ وسلم کہتے ہیں جسکے معنی ہیں خدا کی رحمت آپ پر اور آپ کی اولاد پر ہو۔ اس کو مختصر کرکے ص یا صلعم لکھتے ہیں مگر یہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پڑھا جاتا ہے

کلمۂ طیبہ (پاک) کے نام سے پکارتے ہیں۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد اللہ کے بھیجے ہوئے یا اس کا پیغام لانیوالے ہیں

غرض کلمۂ شہادت ہو یا کلمہ طیبہ مقصد دونوں کا ایک ہے کہ انسان خدا کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رہبر جان کر اُس پیغام پر عامل ہو جو آپ خدا کی طرف سے اُس کے بندوں کی ہدایت کے لئے لائے ہیں۔

(۴)

قرآن مجید

وہ پیغام جو خدا کی طرف سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترا ہے یا جسے وہ خدا کی طرف سے لیکر ہمارے پاس تشریف لائے ہیں قرآن مجید کے نام سے موسوم ہے یہ پیغام تمام دنیا میں کثرت سے پڑھا اور لکھا جاتا ہے۔ جسقدر یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا وہ پورے کا پورا ہر جگہ آسانی سے دستیاب ہو جاتا ہے۔ جس زبان میں اور جن الفاظ میں یہ نازل ہوا تھا۔ وہ محفوظ ہیں۔ اِس زبان کے جاننے والے اور

اور اس پیغام کے پڑھنے والے اور سمجھنے والے ہر زمانے ہیں اور ہر جگہ ملتے رہے ہیں۔ تھوڑی سی محنت کرنے سے یہ زبان ہر شخص سیکھ سکتا ہے اور پھر وہ آسانی سے قرآن شریف کے جاننے والوں سے اُس کے مطالب سیکھ کر خدا کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

اس پیغام میں انسان کو ہر قسم کے اور ہر موقع کے متعلق احکام دئے گئے ہیں۔ اس کو اُن باتوں سے جو اُس کے لئے نقصان دہ ہیں روکا بھی گیا ہے اور دنیا میں ہر ایک موقع پر کام کرنے کے لئے ہدایات بھی دی گئی ہیں تاکہ وہ اس راستہ پر جو خدا کے ہاں پسندیدہ اور اُس کی خوشنودی کا باعث ہے چل سکے۔

بچو! تمہیں چاہیئے کہ اُس پیغام کا مطالعہ کرو۔ اور اُس کے بتائے ہوئے راستہ پر خود چلو اور جہاں جہاں تمہارا اثر و رسوخ ہو دوسروں کو چلانے کی کوشش کرو۔

(۴)
رسولؐ پر اعتماد

بچو! تم اوپر پڑھ چکے ہو کہ ہمارے رسول حضرت محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کتاب کو ہماری ہدایت کے لئے لائے ہیں اس کا نام قرآن مجید ہے۔ یہ کتاب ہمیں ہماری زندگی کے ہر شعبہ میں صحیح راستہ دکھانے والی ہے۔ اُسکے بتائے ہوئے راستہ پر چل کر ہم دین اور دُنیا غرض ہر جگہ کامیاب ہو سکتے ہیں۔

مثال کے طور پر ساکھ اور اعتبار کو لو۔ کسی شخص کا اعتبار اگر اُٹھ جائے۔ تو دنیا میں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کوئی شخص اُس کی بات کو سچا نہیں جانتا اور نہ اُس پر بھروسہ کرتا ہے۔ یہ بے اعتمادی اور بے اعتباری کس طرح سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ جھوٹ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ کسی شخص کا جھوٹ جب لوگوں پر ثابت ہو جائے تو وہ اُس پر اعتبار کرتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہی حرکت اگر اُس سے کئی مرتبہ صادر ہو تو اُس کی ساکھ بالکل جاتی رہتی ہے اور اُس پر کوئی اعتماد نہیں کرتا۔ اسی لئے قرآن مجید میں ہے۔ اِجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (جھوٹی بات سے بچو)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا آپ کے دوستوں کو اتنا یقین تھا کہ جب آپ نے مکّہ میں شب معراج

کا واقعہ لوگوں سے بیان کیا۔ اور آپؐ کے مخالف اِس بیان کو بوجہ مخالفت کے غلط کہنے لگے تو آپؐ کے دوست حضرت ابوبکر رضؓ[1] سے کسی نے اس واقعہ کا ذکر کرکے پوچھا کہ تمہارے خیال میں کیا یہ بات ممکن ہے۔ تو اُنہوں نے فرمایا تھا کہ ہاں مجھے پُورا پُورا یقین ہے۔ کہ آپؐ نے جو کچھ فرمایا ہے بالکل سچ ہے اور میں تو اس سے زیادہ عجیب بات پر یقین رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صبح و شام اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے۔

یہ تو ایک دوست کی گواہی ہے۔ اب دشمن کی شہادت بھی سُنئیے تم نے ابوجہل کا نام سُنا ہوگا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت ترین دشمن تھا۔ ایک دن ایک عرب نے اُس سے کہا۔ "میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں، یہاں ہم دو کے سوا اور کوئی ہماری بات سُننے والا نہیں اسلئے مجھے سچ سچ بتا دو کہ محمدؐ سچے ہیں یا جھوٹے"۔ ابوجہل نے جواب دیا۔ "خدا گواہ ہے کہ محمدؐ ہمیشہ سچ بولتا تھا اور کبھی جھوٹ

[1] حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں یعنی صحابہ میں سے کسی کا اگر کہیں نام آئے تو رضؓ لکھا جاتا ہے جو رَضِیَ اللہُ عَنْہُ (اللہ ان سے راضی ہو) کا اختصار ہے۔ اس کو رضی اللہ عنہ ہی پڑھنا چاہیئے۔ ۱۲

نہیں کہتا تھا"۔

یہی دشمن ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ہم تجھے جھوٹا نہیں کہتے۔ اور تیری سچائی کا انکار نہیں کرتے ہم تو اس مذہب کو جھوٹا سمجھتے ہیں جس کا پرچار (تبلیغ) تم کرتے ہو

مولانا حالی نے اپنے مشہور مسدس میں ایک واقعہ ذکر کیا ہے۔ جس میں دوست دشمن سب نے آپ کی سچائی کا اقرار کیا تھا

وہ فخر عرب زیب محراب و منبر — تمام اہل مکہ کو ہمراہ لے کر
گیا ایک دن حسب فرمان داور[1] — سوئے دشت[2] اور چڑھ کے کوہ صفا[3] پر

یہ فرمایا سب سے کہ اے آل غالب[4]،
سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق[5] کہ کاذب

کہا سب نے قول آج تک کوئی تیرا — کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
کہا گر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا — تو باور[6] کرو گے اگر میں کہوں گا

کہ فوج گراں[7] پشت کوہ صفا پر
پڑی ہے کہ لوٹے تمہیں گھات پاکر

کہا تیری ہر بات کا یاں یقیں ہے — کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امیں[8] ہے

---

[1] داور خدا۔ [2] دشت، جنگل [3] کوہ صفا، مکہ کے پاس ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے [4] آل غالب، غالب کی اولاد یعنی قریش [5] صادق سچا۔ کاذب جھوٹا [6] باور کرو گے یقین کرو گے۔ [7] فوج گران بھاری فوج۔ [8] امین قابل اعتماد۔ امانت والا۔ ۱۲

کہا گر مری بات یہ دل نشین ہے — تو سن لو خلاف اسمیں اصلا نہیں ہے[1]
کہ سب قافلہ یاں سے ہے جانیوالا
ڈرو اس سے جو وقت ہے آنیوالا

(۵)

لباس کی صفائی

بچو! تم جانتے ہو کہ جب تمہیں کسی سے ملنے کے لئے جانا ہو تو کوشش کرتے ہو کہ ایسا لباس، ایسی صفائی، ایسا طرز اختیار کرو۔ جو اُس کو پسند آتا ہو۔ ہم اس سبق میں تمہیں بتاتے ہیں کہ خدا کے سامنے جب تم جاؤ یعنی نماز پڑھنے لگو تو تمہیں کس قسم کی صفائی اور کون سا لباس اختیار کرنا چاہیئے۔ آؤ ہم تمہیں بتائیں کہ تمہارے رسول ؐ نے اس کا کیا طریقہ بتایا ہے۔ یہ ایسا طریقہ ہے کہ اسمیں امیر غریب ہر ایک کا لحاظ رکھا گیا ہے

پہلے لباس کے متعلق سنو۔ آدمی کے پاس اتنا کپڑا ہو جو ناف سے گھٹنوں تک جسم چھپا سکے[2]۔ ورنہ پاجامہ۔ قمیص، شلوار، دہوتی، کرتہ اور ٹوپی یا پگڑی پہن کر خدا کے سامنے

---

[1] اصلا۔ ہرگز۔ [2] عورت اتنے کپڑے پہنے ہو کہ منہ، ہاتھ، پاؤں ہی ننگے ہوں باقی جسم ننگا نہ ہونے پائے ۔۱۲

جائے۔ پاجامہ، دھوتی وغیرہ ٹخنوں سے نیچے نہ رہے اور قمیص یا کرتے کی آستینیں کلائی سے لمبی نہ ہوں۔

کپڑے پاک صاف ہوں کہیں شراب، بہتا ہوا خون، پیشاب، پاخانہ، میلا یا گندگی لگی ہوئی نہ ہونی چاہیے۔ اگر کہیں ہلکی نجاست کی چھینٹیں پڑ گئی ہوں تو اس جگہ کا دھو لینا بہتر ہے۔ ورنہ نماز تو ہو جاتی ہے

(۶)

وضو

اوپر کے سبق میں کپڑوں کی صفائی کے متعلق پڑھ چکے ہو۔ اب جسم کی صفائی کے متعلق بھی سن لو۔ نماز سے پہلے خیال رکھنا چاہیے۔ کہ جسم بھی صاف ہے یا نہیں۔ اگر جسم کے کسی حصہ میں نجاست یا گندگی لگی ہو۔ یا پاخانہ پیشاب سے فارغ ہو کر آئے ہو تو اس جگہ کو دھو لینا چاہیے۔ اور پھر وضو کرنا چاہیے۔ وضو کا طریقہ یہ ہے۔

---

۱ حرام جانوروں یا آدمی کی یا مرغی اور بطخ کی بیٹ۔ یہ نجاست روپیہ کے پھیلاؤ کے برابر یا ۳½ ماشہ تک معاف ہے ۲ حلال جانوروں کا پیشاب اور حرام پرندوں کی بیٹ ہلکی نجاست ہے۔ ۳ استاد کو چاہیے کہ عملی طور پر خود وضو کر کے بچوں کو دکھائے۔ یا کسی لڑکے سے جماعت کے سامنے وضو کرائے۔

پہلے پانی سے ہاتھوں کو پہنچوں تک اچھی طرح دھولیا
جائے۔ پھر سیدھے ہاتھ سے منہ میں پانی ڈال کر تین دفعہ کُلّی
کرنی چاہیئے۔ اگر مسواک نہ کی ہو تو ایک دفعہ شہادت کی اُنگلی
(سبابہ) سے دانتوں کو اچھّی طرح مل لیا جائے۔ پھر سیدھے ہاتھ
سے پانی لے کر ناک میں تین دفعہ چڑھاؤ اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی
اُنگلی سے ناک کو اندر سے تین دفعہ صاف کرو۔ بعد ازاں منہ
پر پانی ڈال کر تین دفعہ منہ دھویا جائے۔ ماتھے سے ٹھوڑی کے
نچلے حصّہ تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو
تک دھونا چاہیئے۔ پھر ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین مرتبہ
دھویا جائے۔ پہلے دایاں ہاتھ پھر بایاں۔ اس کے بعد نئے
پانی سے ہاتھ تر کر کے سر کا، پھر کانوں کا، پھر گردن کا مسح کر لیا جائے۔
(چوتھائی سر کا مسح ضروری ہے) پھر پہلے دایاں پھر بایاں پاؤں
ٹخنوں سمیت تین دفعہ دھولیا جائے۔ اگر وضو میں منہ کا دھونا
ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا۔ سر کا مسح۔ پاؤں کا دھونا انہیں
سے کسی کا ذرا سا حصّہ بھی خشک رہ جائے گا تو وضو نہیں
ہوگا۔ کیونکہ یہ چیزیں قرآن مجید میں صراحت سے ذکر
کر دی گئی ہیں۔

(۷)

تیمّم کا بیان

بچو! اگر کبھی ایسا موقع آپڑے جب وضو کے لئے پانی نہ مل سکتا ہو یا اگر پانی مل سکتا ہو تو اُس کے استعمال سے بیماری یا تکلیف کے پیدا ہونے یا بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں وضو کی بجائے تیمم سے پاکیزگی حاصل کیجاتی ہے۔ تیمّم کے معنی ہیں ارادہ کرنا۔ اس لئے پہلے نیت کرنا ضروری ہے۔ تیمّم کی صورت یہ ہے کہ پہلے پاک مٹی پر یا ایسی[۲] چیز پر جس پر پاک مٹی پڑی ہو دونوں ہاتھ مار کر ایک دفعہ منہ پر ملو یہاں تک کہ بال برابر جگہ بھی بے ملے نہ رہ جائے ورنہ تیمم نہیں ہوگا۔ دوسری[۳] دفعہ پاک مٹی یا پاک مٹی والی چیز پر ہاتھ مار کر پہلے اُلٹے ہاتھ کی چاروں انگلیاں سب سے ہاتھ کی

---

[۱] استاد جماعت کے سامنے عملی طور پر تیمم کر کے دکھائے ۱۲ [۲] ان چیزوں پر تیمم ہو سکتا ہے۔ پاک مٹی۔ ریت، چونا۔ مٹی کے کچے یا پکے برتن جن پر روغن نہ ہو۔ مٹی کی کچی یا پکی اینٹیں، پاک غبار۔ اگر کسی اور چیز پر پاک غبار موجود ہو جو ہاتھ مارنے سے اُڑنے لگے تو اُس پر بھی تیمم ہو سکتا ہے [۳] بعض کا خیال ہے کہ دوسری دفعہ مٹی پر ہاتھ مارنے کی ضرورت نہیں۔ ایک دفعہ ہاتھ مارنا کافی ہے

انگلیوں کے سروں کے نیچے رکھ کر کھینچتے ہوئے کہنی تک لیجائے۔ اسطرح سیدھے ہاتھ کے نیچے کی جانب کہنی سمیت ہاتھ پھر جائے گا۔ پھر بائیں ہاتھ کی ہتیلی سیدھے ہاتھ کے اوپر کی طرف کہنی سے انگلیوں تک لائے، اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کی اندر کی جانب کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کی پشت پر پھیرے۔ پھر اسی طرح سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر پھیرے اور پھر انگلیوں کا خلال کرے[۱] اگر انگوٹھی پہنے ہو تو اسے اتار لینا یا ہلا لینا چاہیئے۔ داڑھی کا خلال کرنا سنت ہے[۲]۔ آخر میں کلمہ شہادت اور یہ دعا پڑھی جائے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

اے خدا مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک لوگوں سے بنا

(۸)
جگہ کی پاکیزگی

تم نے کپڑوں کی، بدن کی اور اعضاء کی صفائی کر لی تا کہ خدا کے حضور میں پاکیزہ بن کر حاضر ہو سکو۔ چونکہ خدا ہر جگہ موجود ہے اسلئے اس کی طرف توبہ کرنے اور اسکے دربار میں حاضر ہونے کیلئے کسی خاص جگہ یا عمارت

---

[۱] بعض کا خیال ہے کہ ہاتھ کے نیچے کے حصہ پر تین بیچ کی انگلیاں خنصر، بنصر اور وسطی مل جائیں اور سبابہ اور انگوٹھے کے درمیان کے حصہ سے ہتیلی کی طرف بارد کا حصہ لاکر پھر خلال کر لیا جائے۔

[۲] تیمم میں ضروری ہے کہ ہاتھوں اور منہ کی ہر جگہ کو ملا جائے اور اگر مٹی پر ہاتھ مارتے وقت مٹی زیادہ لگ جائے تو پھونک مار کر یا جھاڑ کر کم کیا جا سکتا ہے۔

کی ضرورت نہیں - دل کی توجہ اور ظاہری صفائی ہونی چاہئیے - ہر جگہ
جہاں تم قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوکر نماز ادا کرسکتے ہو - بشرطیکہ وہ جگہ
جہاں تم نماز پڑھنا چاہتے ہو صاف ہو وہاں گندگی، پیشاب یا میلا وغیرہ
نہ لگا ہو - اگر جگہ مشکوک معلوم ہو تو جانماز یا پاک صاف کپڑا بچھا کر یا لکڑی
وغیرہ رکھ کر خدا کے حضور میں حاضر ہوسکتے ہو -

مذکورہ بالا چیزوں کا خیال رکھنے کی اسوقت ضرورت پڑتی ہے جب
ایک انسان مسجد کے باہر کہیں نماز ادا کررہا ہو - ورنہ مسجد میں نماز ادا کرنی
چاہئیے جہاں کی ہر جگہ پاک اور صاف ہوتی ہے - اسلئے جب مسجد میں داخل
ہو تو پہلے دایاں پاؤں اندر رکھو اور یہ دعا پڑھو -

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

(ترجمہ) اے اللہ کھولدے میرے لئے دروازے اپنی رحمت کے

مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر نکالو اور یہ دعا پڑھو

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ

(ترجمہ) اے اللہ میں مانگتا ہوں تجھسے تیرا فضل اور تیری رحمت

جب تک مسجد میں بیٹھے رہو، نماز پڑھو - قرآن پڑھو، یا خدا کی
تسبیح و تقدیس کرو - بے کار اِدھر اُدھر کی باتیں نہ کرو - اگر اور
کچھ نہ کرنا چاہو تو کم ازکم چپکے رہو -

(۹)

نماز کی ابتدا

تم نے وضو کرکے کپڑوں اور جگہ کی صفائی دیکھ لی۔ قبلہ کا اطمینان کرلیا گویا تم ارادہ کر چکے کہ نماز ادا کرنا اور خدا کے ہاں حاضری دینا ہے۔ آؤ تم کو خدا کے سامنے حاضری کا طریقہ اور جو کچھ کہنا ہے وہ بھی سمجھا دیا جائے۔ سنو:۔

پہلے[1] قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑے ہو جاؤ اور کانوں[2] تک ہاتھ لیجا کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ (اللہ بہت بڑا ہے) کہو۔ اب تم خدا کے دربار میں پہنچ گئے ہو اس لئے دائیں بائیں اِدھر اُدھر کہیں بھی دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے نہ گفتگو کرنے کی۔ سمجھ لو بلکہ یقین کرلو کہ خدا سامنے موجود ہے اس لئے عاجزی وانکساری اور دلی توجہ سے اُس کے سامنے ناف[3] کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ تم دنیا کی تمام چیزوں

---

[1] بہترین طریقہ سمجھانے کا یہ ہے کہ استاد جماعت کے سامنے عملی نمونہ پیش کرے تاکہ تمام باتیں بچوں کے ذہن نشین ہو جائیں۔ [2] عورت اپنے کاندھوں تک ہاتھ اٹھائے۔ بعض کے نزدیک مردوں کو بھی کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے چاہئیں۔ [3] بعض سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں۔

اور اُن کے تعلقات سے الگ ہو چکے ہو۔ اِس لئے اب ضروری ہے کہ کسی طرف بھی توجّہ نہ کرو۔ کوئی کچھ کرے کچھ بھی کہے۔ توجّہ نہ دو۔ نہ کوئی ایسی حرکت کرو جس سے معلوم ہو کہ تم خدا کے سامنے ہاتھ باندھے نہیں کھڑے بلکہ کسی اور ہستی کو اپنے سامنے محسوس کرتے ہو۔ یاد رکھو اگر تم اِدھر اُدھر توجّہ کروگے تو صحیح معنی میں خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوگے اور تمہاری عبادت صحیح عبادت کہلانے کی مستحق نہیں ہوگی صرف فرض کی ادائیگی ہوگی۔ گویا سر سے بوجھ اُتار دیا۔

(۱۰)

ثنا۔ تعوذ۔ تسمیہ۔ فاتحہ۔ اخلاص

اب تم خدا کے دربار میں حاضر ہو چکے ہو۔ آؤ ہم تمہیں بتائیں کہ تم کو کیا کہنا چاہیئے۔ سب سے پہلے ثناء پڑھو یعنی

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى

پاک ہے تو اے اللہ اور ساتھ تعریف تیری کے اور برکت والا ہے نام تیرا اور بلند ہے

جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ [1]

تیری بزرگی اور نہیں کوئی معبود سوا تیرے

---

[1] اس کے بجائے یہ دعا بھی پڑھی جاسکتی ہے اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَ
اے اللہ دوری کر درمیان میرے

پھر تعوذ اور تسمیہ پڑھ کر قرات شروع کرو۔ قرات میں
سورہ فاتحہ ضروری ہے۔ سورہ اخلاص یا کوئی اور سورۃ یا قرآن مجید
کی تین معمولی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھکر رکوع میں چلے جاؤ

تعوذ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
میں پناہ مانگتا (مانگتی) ہوں اللہ کیساتھ شیطان راندے ہوئے سے

تسمیہ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
شروع ساتھ نام اللہ بخشنے والے مہربان کے

سورہ فاتحہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
سب تعریف اللہ ہی کو پالنے والا سارے جہانوں کا بخشنے والا مہربان ہے

مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝
مالک ہے دن قیامت کا تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں

بَیْنَ خَطَایَایَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
درمیان میرے گناہوں کے جیسے دوری ڈالی تو نے درمیان مشرق اور مغرب کے

اَللّٰهُمَّ نَقِّنِیْ مِنْ خَطَایَایَ كَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ
اے اللہ پاک کر تو مجھے میرے گناہوں سے جیسا کہ پاک کیا جاتا ہے سفید کپڑا

الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِیْ خَطَایَایَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ۔
میل کچیل سے اے اللہ دھو ڈال مجھ سے میرے گناہوں کو پانی سے اور برف سے اور اولوں سے

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ
دکھا ہم کو راہ سیدھی راہ اُن لوگوں کی کہ انعام کیا تونے
عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝
اُن پر نہ اُن لوگوں کی کہ غضب کیا گیا اُن پر اور نہ گمراہوں کی
اٰمِيْنَ (سورۂ اخلاص[1]) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ
میری دعا قبول کر کہدے وہ اللہ ایک ہے اللہ
الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝
بے نیاز ہے نہیں جنا اُس نے کسی کو اور نہ جنا اسکو کسی نے اور نہیں ہے اُس کا خویش کوئی بھی

(نوٹ) جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی صورت میں فاتحہ اور دوسری سورت صرف امام پڑھے۔ مقتدی (امام کے پیچھے نماز ادا کرنیوالا) نہ پڑھے۔ بعض مقتدی کے لئے بھی سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں

(۱۱)

رکوع

جب تم قرأت کرچکو تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ (اللہ بہت بڑا ہے) کہکر

---

[1] اس رسالہ میں ہم نے صرف سورۂ اخلاص کا ترجمہ دیا ہے۔ آیندہ رسالوں میں اور چیدہ چیدہ سورتیں معہ ترجمہ کے درج کردی جائیں گی۔ ان کے علاوہ قرآن مجید کی کوئی سی سورۃ یا تین معمولی آیتیں یا ایک بڑی آیت بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

رکوع میں جُھک جاؤ۔ رکوع میں دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں کھول کر دونوں گھٹنوں کو اچھی طرح پکڑ لیا جائے اس طرح کہ ہاتھ سیدھے رہیں۔ اور سر پیٹھ اور چوتڑوں کے ہموار ہوجائے آنکھیں پاؤں کی پُشت پر جمی ہوئی ہوں اس حالت میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ (پاک ہے پروردگار میرا بزرگی والا) تین یا پانچ یا سات دفعہ کہکر تسمیع کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہوجاؤ۔ پھر تحمید کہو۔ پھر تکبیر (اَللّٰهُ اَكْبَرْ) کہکر سجدے میں چلے جاؤ۔

تسمیع۔ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ۔

سُنی اللہ نے اُسکی بات جو اُسکی تعریف کرے

تحمید۔ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ [1]

اے ہمارے پروردگار تیرے ہی لئے تعریف ہے

(نوٹ) اگر جماعت کے ساتھ نماز ادا ہورہی ہو تو امام تسمیع کہے مگر مقتدی (پیچھے نماز ادا کرنے والے) تسمیع نہ کہیں۔ اور امام کو تحمید کہنے کی ضرورت نہیں

---

[1] بعض تحمید کے بعد یہ بھی اضافہ کرتے ہیں۔

حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ۔

تعریف جو بہت اور پاکیزہ ہو اور جسمیں برکت دی گئی ہو

(۱۲)

سجدے کا بیان

اب آؤ سجدے کی طرف - تم نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اور سجدہ کے
لئے جھک گئے - پہلے دونوں گھٹنے زمین پر رکھئے - پھر دونوں ہاتھ -
ان کے بعد ناک اور ماتھا دونوں ہاتھوں کے درمیان میں زمین
پر رکھا - ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں ملی ہوئی ہوں اور
اُن کا رخ قبلہ کی طرف رہے - بازو بغلوں سے ، پیٹ رانوں سے ،
پنڈلیاں اور بانہیں زمین سے الگ رہیں - پیٹھ بلند رہے[۱] - نظر
ناک پر رہے اور سجدہ کی تسبیح یعنی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی (پاک ہے
میرا رب سب سے بزرگ) تین ، پانچ یا سات دفعہ کہیے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ
کہکر سجدہ سے سر اٹھاکر دو زانو بیٹھنا چاہیئے اس طرح پر کہ بایاں
پاؤں بچھاکر اُس پر بیٹھیں اور دایاں پاؤں کھڑا رکھیں[۲] - مگر اُس کی
انگلیوں کا رُخ قبلہ کی جانب ہو - نظر سینے پر ہو اور ہاتھ رانوں پر
اس طرح کہ انگلیاں قبلہ رُخ ہوں[۳] - پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہکر مثل سابق

---

[۱] عورتیں سجدہ میں پیٹ رانوں سے ملالیں اور پیٹھ بلند نہ کریں -
[۲] عورتیں بائیں چوتڑ پر بیٹھیں اور دونوں پاؤں دائیں جانب نکال لیں -
[۳] بعض دونوں سجدوں کے درمیاں یہ دعا پڑھتے ہیں - اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَ
ارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ (اے اللہ بخش مجھے اور رحم کر مجھ پر اور آرام دے
مجھے اور راہ دکھا مجھے اور رزق دے مجھے)

دوسرا سجدہ کیا جائے اور پھر اٹھ کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ اس طرح ایک رکعت پوری ہوئی[1]

(۱۳)
تشہد کا بیان

دوسری رکعت مثل پہلی کے ادا کیجائے گی مگر اس میں ثنا تعوذ اور تسمیہ نہیں پڑھا جائے گا۔ نہ کھڑے ہوتے وقت ہاتھ کانوں تک اُٹھائے جائیں گے۔ دوسری رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد اسی طرح بیٹھنا چاہیئے جس طرح دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھ چکے ہو اور اس وقت تشہد پڑھنا چاہیئے۔

تشہد اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ

سب بندگیاں زبان کی اللہ کو ہیں اور سب بندگیاں بدن کی اور سب بندگیاں مال کی بھی

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

سلامتی ہو تم پر اے نبی اور رحمت اللہ کی اور اسکی برکتیں

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ

سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

میں گواہی دیتا دیتی ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور میں گواہی دیتا دیتی ہوں کہ محمد

[1] بعض پہلی رکعت میں دوسرے سجدہ کے بعد ذرا بیٹھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور اسے جلسہ استراحت کہتے ہیں

عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔
اُس کے بندے اور اس کے رسول ہیں

(۱۴)

درود شریف اور دُعائیں

جب تشہد ختم ہوجائے تو اگر دو رکعتوں والی نماز ہے تو درود شریف پڑھ کر نیچے لکھی ہوئی دعاؤں میں سے ایک یا ایک سے زیادہ دعا پڑھی جائے اور سلام پھیردیا جائے یا صرف درود شریف پڑھ کر ہی سلام پھیردیا جائے۔

درود شریف۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ
اے اللہ رحمت بھیج محمد پر اور آل پر
مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
محمد کی جیساکہ رحمت بھیجی تو نے ابراہیم پر اور آل پر ابراہیم کی
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى
تو ہی ہے لائق تعریف بزرگی والا اے اللہ برکت دے محمد کو اور
اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
آل کو محمد کی جیساکہ برکت دی تو نے ابراہیم کو اور آل کو ابراہیم کی

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔
تو ہی ہے لائق تعریف بزرگی والا

سلام:۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ۔
سلامتی ہو تم پر اور رحمت اللہ کی

مندرجہ ذیل دعاؤں میں سے کوئی ایک یا زیادہ دعائیں درود شریف کے بعد پڑھی جائے۔

دُعائیں

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ
اے اللہ میں پناہ مانگتا (مانگتی) ہوں تیرے ساتھ عذاب قبر سے اور میں پناہ
بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ
مانگتا ہوں تیرے ساتھ مصیبت سے مسیح دجال کی اور میں پناہ مانگتا (مانگتی) ہوں
مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ
تیرے ساتھ مصیبت سے زندگی کی اور مصیبت سے موت کی اے اللہ میں
اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ
پناہ مانگتا (مانگتی) ہوں تیرے ساتھ گناہوں اور قرض سے اے اللہ میں نے
ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ
ظلم کیا اپنے نفس پر ظلم بڑا اور نہیں بخشے گا گناہ (کوئی)

اِلَّآ اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَ
مگر تو ہی پس بخش مجکو بخشنا اپنی طرف سے اور

ارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ رَبِّ
رحم کر مجھ پر تو ہی ہے بخشنے والا مہربان اے پروردگار

اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۞ رَبَّنَا
تو بنا مجکو پابند نماز کا اور میری اولاد کو بھی اے پروردگار ہمارے

وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۞ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ
اور قبول کر دعا میری اے پروردگار ہمارے بخشدے مجکو اور میرے ماں باپ کو

وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ رَبَّنَآ اٰتِنَا
اور تمام ایمان والوں کو اُس دن کہ کیا جائیگا حساب اے رب ہمارے دے ہمیں

فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا
دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور بچا ہم کو

عَذَابَ النَّارِ ۞
عذاب دوزخ سے

بچو! اگر تمہیں تین رکعتوں والی نماز ادا کرنی ہو تو دوسری رکعت پر تشہد پڑھکر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہو اور کھڑے ہو جاؤ اور تیسری رکعت میں صرف الحمد پڑھ کر رکوع اور سجدہ کرکے تشہد کے بعد

درود شریف مع منقولہ دعاؤں کے یا بغیر اُن کے پڑھکر سلام پھیرا جائے۔ اگر چار رکعتیں پڑھنی ہوں تو تیسری رکعت کے دونوں سجدے ادا کرنے کے بعد اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہکر کھڑے ہوجاؤ۔ اور چوتھی رکعت مثل تیسری کے ادا کرکے دونوں سجدوں کے بعد تشہد اور درود شریف مع دعاؤں کے یا بغیر اُن کے پڑھکر سلام پھیر دیا جائے

(۱۵)

بعض ضروری باتیں

یہاں کچھ اور ضروری باتیں بھی سیکھ لو تاکہ مکمل طور پر خدا کی عبادت اور اُس سے قرب حاصل کرنے کا طریقہ تمہیں معلوم ہوجائے۔ سب سے پہلے یاد رکھو کہ فرائض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے اس کے علاوہ باقی قسم کی نمازوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۂ اخلاص یا کوئی اور سورت یا تین آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھی جاتی ہے

دوسری بات جوکہ بہت ہی اہم ہے وہ یہ ہے کہ فرائض جماعت کے ساتھ ادا کرنے ضروری ہیں۔ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ جماعت کے ساتھ فرض ادا کیا کرتے تھے۔

اور اس پر تاکید بھی فرماتے تھے۔ اس لئے ہمیں اُن کی پیروی کرنی چاہیئے، اور ویسا ہی کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ورنہ حضور کے بہترین نمونہ سے ہم صحیح سبق حاصل نہیں کریں گے

اب اگر ہم امام[1] کے ساتھ نماز ادا کریں تو ہمیں سورۃ فاتحہ یا کسی اور سورت کے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ امام کی قراءت ہی ہمارے لئے کافی ہوگی۔ اسی طرح جب امام[2] رکوع سے سر اٹھا کر تسمیع یعنی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو ہمیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف تحمید یعنی رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنا چاہیئے۔ باقی تمام باتیں اسی طرح کرنی ہوں گی جس طرح امام کرے۔

تیسری بات۔ اگر ہم جماعت کے ساتھ کچھ دیر بعد شامل ہوں تو جس رکعت کے رکوع میں یا رکوع سے پہلے شامل ہو جائیں تو وہ رکعت ہو جائے گی اور جتنی رکعتیں رہ گئی ہوں گی اُن کو امام کے سلام پھیرتے ہی کھڑے ہو کر ادا کرنا ہوگا مگر اس طرح کہ چار رکعت والی نماز میں اگر امام کے ساتھ دو رکعتیں ہم نے پڑھ لی ہیں تو بقیہ دو میں سے پہلی رکعت میں ثنا، تعوذ اور تسمیہ کے بعد فاتحہ اور سورت اور دوسری رکعت میں صرف فاتحہ اور سورت پڑھ کر رکوع سجدے کر کے قعدہ کرو اور سلام

[1] دیکھو نوٹ سبق نمبر ۱ [2] دیکھو نوٹ سبق نمبر ۱۱

پھیرو اور اگر تین رکعت والی نماز میں سے پہلی دو رکعتیں فوت ہو جائیں اور صرف تیسری ملے تو وہ پہلی سمجھی جائے گی۔ مگر دوسری رکعت مثل اصولی پہلی کے ادا کرکے تشہد پڑھنا ہوگا یعنی ثنا۔ تعوذ، تسمیہ اور فاتحہ مع سورت پڑھنا چاہیئے اور تشہد کے بعد کھڑے ہو کر سورۂ فاتحہ مع سورت کے پڑھی جائیگی اور رکوع سجدے کرکے تشہد اور درود کے بعد سلام پھیر دیا جائے گا۔

(۱۶)

نماز کے اوقات

بچّو! گذشتہ اسباق میں ہم نے تمہیں خدا کے دربار میں جانے اور وہاں اپنی عرضداشت پیش کرنے کا طریقہ سکھا دیا تم نے اُسے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا اُمید ہے کہ تم اُس پر کاربند ہونے کی کوشش کرو گے۔ آؤ اب ہم تمہیں اُس کے دربار میں حاضر ہونے کے اوقات بھی بتا دیں تم خود محسوس کرو گے کہ حقیقت میں ان اوقات کی پابندی خدا سے تمہارا خاص تعلّق پیدا کر دیتی ہے۔

صبح کا سہانا وقت ہے سورج ابھی نہیں نکلا کچھ عرصہ میں

نکلے گا۔ تم سُوکر اُٹھتے ہو۔ نیند کی وجہ سے دن بھر کی کوفت دُور ہو چکی ہے۔ مسجد کی طرف چہل قدمی کرتے ہوئے جاؤ پہلے وضو کرکے دو سنتیں پڑھو۔ پھر جماعت کے ساتھ دو فرض ادا کرکے گھر آکر یا مسجد میں اس کے کلام پاک کی تلاوت کرو پھر دن کے مقررہ کاموں میں مشغول ہو جاؤ۔ تم نے اُٹھتے ہی خدا کی عبادت کرلی۔ اُس کا پاک نام لیا۔ اُس کے پاک کلام کی تلاوت کرکے اُس کے احکام کو پڑھا اور وعدہ کرلیا کہ ہم دن بھر اپنے کاموں میں کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جس سے اُسکے ناراض ہونے کا اندیشہ ہو۔ بہت اچھا کیا۔

فجر کی نماز ختم ہوگئی تم اپنے کاموں میں مشغول ہوگئے بارہ ایک بجے کچھ دیر آرام لے کر اُٹھے پھر ڈیڑھ بجے ظہر کی نماز کے لئے وضو کرکے پہلے چار سُنتیں ادا کرکے امام کا انتظار کیا اور چار فرض اُس کے ساتھ ادا کرکے فارغ ہوئے تو دو سُنتیں بطورِ خود پڑھ کر اپنے دھندے میں لگ گئے۔ پھر سُورج غروب ہونے سے ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے عصر کے لئے مؤذن نے بُلالیا چار فرض ادا کئے اور اپنے کاروبار میں لگ گئے۔ سیر کو جانا ہوا سیر کو چلے گئے گھر کا کام کاج رہا اُسے کیا۔ اب سُورج غروب ہو چکا ہے

آسمان پر شفق نظر آرہی ہے۔ خدا کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ کہ اُس کی مہربانی سے ہمارا دن بخیر و خوبی گذر گیا۔ سُورج غروب ہوتے ہی مسجد کا رُخ کیا لوگوں کے ساتھ مل کر پہلے تین فرض اور پھر بطور خود دو سنتیں ادا کیں۔ گھر آئے۔ کھانا طیار تھا۔ کھایا، پیا، ذرا سستائے کہ مؤذن نے پھر بلایا۔ رات پُورے طور پر شروع ہو چکی ہے۔ تم سونا چاہتے ہو مگر سونے سے پہلے خدا کے دربار میں جب تک حاضری نہ دیدی جائے سونا نہیں چاہیے کون جانے؟ اِس نیند کے بعد زندگی ملتی بھی ہے یا نہیں۔ بہرحال خدا سے اپنا تعلق قایم رکھنے کی غرض سے تم نے مسجد کا رُخ کیا عشاء کی نماز میں پہلے پہونچ گئے تو چار سنتیں پڑھ لیں ورنہ چار فرض امام کے ساتھ ادا کئے اور پھر دو سنتیں اور تین وتر پڑھ کر گھر پہنچے اور سو گئے۔

(۱۷)

عبادت کا حقیقی لُطف

یہ ہے ایک سچّے مسلمان کی زندگی کا پروگرام۔ غور کر کے دیکھو تو خدا کی یاد سے کوئی لمحہ بھی اِنسان غافل نہیں ہوتا اور لُطف کی بات یہ ہے کہ اِس تمام عبادت کے وقت کو اگر ایک جگہ جمع

کیا جائے تو گھنٹہ بھر سے زیادہ وقت بھی صرف نہیں ہوتا۔ کتنا کم وقت ہے مگر پانچ اوقات (فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشا) میں تقسیم کرکے تمام دن کی عبادت کا لطف اُٹھایا جاتا ہے۔

چوبیس گھنٹے ہیں اگرچہ سات گھنٹے سونا رکھ لیا جائے تو باقی سترہ، اٹھارہ گھنٹے ہیں سے مجموعی طور پر صرف ایک گھنٹہ ہم خدا کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں۔ مگر اوقات اس طرح سے ہیں کہ ہمارے کسی کام میں حرج بھی نہیں ہوتا۔ ہم بوجھ بھی انہیں محسوس کرتے۔ کوئی وقت بھی نہیں پاتے پھر بھی چوبیس گھنٹے کی عبادت کا لطف اُٹھاتے ہیں۔ سچ پوچھو تو عبادت ہونی بھی ایسی ہی چاہیئے اور اِس پھیلاؤ سے کہ وقت بھی کم صرف ہو۔ ہمارے کسی کام کا حرج بھی نہ ہو اور تمام دن ہم خدا کی عبادت کرتے رہیں یہی مطلب ہے خدا کے اِس فرمان کا کہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (نماز قائم کرو) اور اس حالت کو دیکھتے ہوئے ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کے گھر کے پاس نہر بہتی ہو اور اُس میں وہ شخص روزانہ پانچ دفعہ نہاتا ہو تو ایسے شخص کے بدن پر کبھی میل نہیں رہ سکتا جس طرح یہ شخص صاف ستھرا رہے گا۔ ایسے ہی پانچ وقت باقاعدگی سے اور صحیح مفہوم کا

خیال رکھتے ہوئے اگر کوئی مسلمان نماز ادا کرے گا تو اُس کی روح پر کسی قسم کی گندگی باقی نہیں رہے گی۔

بچو! غور کرو اور سوچو کہ جو شخص ایسی باقاعدگی سے خدا کے دربار میں حاضر ہوتا رہے وہ کبھی خدا سے غافل ہوگا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اور اگر اس میں یہ خوبی اور کمال نہیں ہے تو سمجھ لو کہ اُس کی عبادت میں کہیں خرابی ہے یا نقص جسکی وجہ سے وہ اتنا دُور ہے۔ تم کوشش کرو ممکن ہے کہ شروع شروع میں وہ لُطف اور وہ خوبی پیدا نہ ہو مگر آہستہ آہستہ اگر تمہاری کوشش جاری رہی تو وہ دن دور نہیں کہ تم بھی ویسے ہی بن جاؤ جیسے خدا چاہتا ہے۔

(۱۸)

عبادت اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

بچو! یہ طریق عبادت اتنا اچھا اور یہ اوقات اتنے پسندیدہ ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اوقات پر عبادت کرنے کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جب آپ اتنے سخت بیمار ہوگئے تھے کہ آپؐ کے لئے کھڑے ہوکر نماز پڑھنا دشوار تھا تو بھی آپؐ نے کوتاہی نہیں کی۔ چنانچہ روایت ہے کہ آپؐ

مسجد میں تشریف لائے جب کہ حضرت ابوبکرؓ لوگوں کی امامت کرنے کے لئے کھڑے ہو چکے تھے حضرت ابوبکرؓ نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسی جگہ کھڑا رہنے دیا۔ اور آپ نے اُن کے ساتھ نماز پڑھی۔ ایک اور موقع پر حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے اتنے دلدادہ تھے کہ رات کو جب نماز پڑھتے تو اسی میں اکثر اوقات اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ آپ کے پائے مبارک پر ورم آجاتا تھا۔

غرض یہ کہ عبادت کے لئے آپ نے ارشاد خداوندی کے ماتحت اپنی اُمت کے لئے بہترین طریقہ مندرجہ بالا طور پر تجویز کیا اس پر خود عمل کیا اور اپنے صحابہ سے عمل کرایا اور مسلمانوں کو تاکید کی کہ وہ بھی اس کے مطابق عبادت کریں تاکہ خدا کے احکام کے صحیح معنی میں وہ عامل بن سکیں۔

(۱۹)

نماز واجب الوتر

اوپر تم روزانہ کا معمول دیکھ چکے ہو ان میں اگر تم نے غور کیا ہوگا تو عشاء کی نماز کے ضمن میں وتر کا بھی ذکر کیا

گیا ہے۔ یہ نماز دوسری نمازوں سے ذرا مختلف ہے۔ اسمیں تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے اور قرارتِ فاتحہ و اخلاص ختم کر لینے کے بعد اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہکر کانوں تک ہاتھ اُٹھائے جاتے ہیں اور پھر زیر ناف ہاتھ باندھ کر یہ دُعا پڑھی جاتی ہے۔

دُعائے قنوت۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ

اے اللہ ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور تجھ سے بخشش مانگتے ہیں

وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ

اور ایمان لاتے ہیں تجھپر اور بھروسہ کرتے ہیں تجھپر اور ہم تعریف کرتے ہیں تیری اچھی

وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ

اور ہم شکر کرتے ہیں تیرا اور ناشکری نہیں کرتے اور رد کرتے اور چھوڑتے ہیں اسکو جو نافرمانی کرے تیری

اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ

اے اللہ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی نماز پڑھتے اور تجھ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی

نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ

طرف دوڑتے ہیں اور خدمت کو حاضر ہوتے ہیں اور امیدوار ہیں تیری رحمت کے اور ڈرتے ہیں تیرے عذاب

اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ ٥ [1]

یقیناً تیرا عذاب منکروں کو ملنے والا ہے

---

[1] بعض اس کے بجائے یہ دُعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ (دوسرے صفحہ پر دیکھ)

اس دعا کو ختم کرنے کے بعد اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر رکوع میں چلے جاتے ہیں اور مثل دوسری نمازوں کے تشہد کے بعد درود شریف پڑھ کر سلام پھیر دیا جاتا ہے۔

حاشیہ متعلقہ صفحہ گذشتہ
دوسری دعائے قنوت

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيمَنْ هَدَيْتَ
اے اللہ ہدایت کر ہم کو اُسکے ساتھ جس کو تونے ہدایت دی

وَعَافِنَا فِي مَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنَا فِي مَنْ تَوَلَّيْتَ
اور آرام دے ہم کو اُسکے ساتھ جسکو تونے آرام دیا اور دوست رکھ ہم کو اُسکے ساتھ جسکو تونے دوست رکھا

وَبَارِكْ لَنَا فِيمَا اَعْطَيْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ۔
اور برکت دے ہم کو اُسمیں جو دیا تونے اور بچا ہم کو بُرائی سے اُسکی جو حکم کیا تونے

فَاِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ
کیونکہ تو ہی حکم کرتا ہے اور نہیں حکم کیا جاتا تجھ پر بیشک نہیں ذلیل ہوتا ہے وہ

مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ
جسے تو دوست رکھے اور نہیں عزت پاتا ہے وہ جسے تو دشمن رکھے برکت والا ہے تو اے

رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيمِ ۝
ہمارے رب اور بلند ہے تو اور رحمت بھیجے اللہ نبی کریم پر

(۲۰)

جمعہ کی نماز

یہ تو روزانہ کا معمول تھا۔ اب ہفتہ وار معمول کا ذکر بھی سُن لو۔ ہر جمعہ کے دن ظہر کی نماز کے وقت شہر کی سب سے بڑی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کیجاتی ہے۔ جمعہ کی نماز میں جو بہترین لباس مہیّا ہو سکے پہن کر جانا چاہیئے۔ کیوں کہ شہر بھر کے مسلمان جمع ہوں گے۔ تمہارے گندے اور میلے کپڑوں سے اُنہیں نفرت ہوگی۔ اگر تم نہا دھو کر صاف کپڑے پہن لو اور خوشبو بھی استعمال کرو تو بہت ہی بہتر ہوگا۔ ظاہری صفائی سے تمہیں باطنی صفائی کی طرف بھی توجہ ہوگی۔ لوگ بھی نفرت سے تمہیں دیکھیں گے اور شوق سے اپنے پاس بیٹھنے دیں گے۔

جمعہ کی نماز دو رکعت فرض ہوتی ہے۔ فرضوں سے پہلے چار رکعت سُنّت اور بعد میں چار یا چھ رکعت سُنّت ادا کیجاتی ہیں۔ چونکہ شہر بھر کے مسلمان جمع ہوتے ہیں اسلئے خطیب مختصر سا خطبہ دیتا ہے جس میں خدا اور اُس کے رسول کے بتائے ہوئے طریق پر کاربند ہونے کی نصیحت کرتا ہے

اگر کوئی خرابی پیدا ہوچکی ہو تو اُس کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اور یہ بتاتا ہے کہ کس طرح ہر شخص کو دنیا میں رہنا اور دنیا والوں سے سلوک کرنا چاہیئے۔

اِس خطبہ کے دوران میں ایسی خاموشی سے رہنا چاہیئے جیسے خود نماز میں، حتیٰ کہ نوافل اور سُنتیں بھی ادا نہ کی جائیں گویا خطبہ نماز کا ایک حصّہ ہے۔

بچّو! اگر کوئی شخص نصیحت یا ہدایت کی باتیں بیان کرے اور لوگ اُس کی تقریر کے دوران میں باتیں کرتے رہیں یا اور کوئی کام کریں تو وہ نہ اُس کی باتیں سُن سکیں گے نہ اُس کی نصیحت پر عمل کر سکیں گے اگر وہ خاموش رہیں اور اسکی تقریر سننے کی کوشش کریں تو اُس کی باتیں سمجھ کر ان پر عمل بھی کر سکیں گے اور اس طرح فائدہ اُٹھا سکیں گے۔ یہی صورت خطبہ کی ہے۔ اگر خطبہ کے دوران میں آدمی خاموش رہ کر اُسے سُننے اور سمجھنے کی کوشش نہ کرے تو اُس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔ اس لئے جب تم جمعہ کی نماز پڑھنے کیلئے جامع مسجد میں جاؤ تو اگلی صفوں میں پہنچنے کے لئے لوگوں کی گردنوں پر سے نہ گذرو بلکہ جہاں جگہ ملے بیٹھ جاؤ۔ جب خطبہ کی اذان ہو تو خاموشی سے خطبہ

سنتے رہو - خواہ آواز نہ بھی آئے جب بھی خاموش رہو
اور باتیں نہ کرو۔

(۲۱)

اذان کا بیان

تم نے خدا کے حضور میں حاضری کا طریقہ معلوم کرلیا
جو کچھ خدا کے حضور میں کہنا چاہیئے وہ بھی جان لیا۔ اگر
ایسا موقع آپڑے اور تمہیں اس کام کے لئے دوسروں کو بلانا
پڑے تو یہ بھی معلوم کرلو کہ تمہیں خود کیا کرنا چاہیئے۔ سنو!

اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب میں عبادت کا
وقت ہو جانے کی اطلاع اور عبادت کی طرف بُلانے کا
طریقہ اسلام سے بہت ہی مختلف ہے۔ کہیں گھنٹہ بجایا جاتا
ہے۔ کہیں ناقوس اور سنکھ سے کام لیا جاتا ہے۔ کہیں کچھ۔
اور کہیں کچھ۔ مگر اسلام میں چونکہ خدا کا تصوّر سب سے غالب اور
خدا کا خیال سب سے اہم ہے اس لئے لوگوں کو عبادت کے
لئے بُلاتے وقت بھی ان ہی چیزوں کو اہم سمجھا جاتا ہے۔ اور
اس وقت بھی خدا کی بڑائی، اُس کی وحدانیت اور اُس کے رسول
کی رسالت کا اقرار کرکے لوگوں کو بھلائی اور کامیابی کی دعوت

دیجاتی ہے یعنی نماز جو بھلائی اور کامیابی کا دوسرا نام ہے۔ اب دیکھو کہ اس مقصد کے لئے کون کون سے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ ،

میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ

آؤ نماز کی طرف ، آؤ نماز کی طرف ، آؤ کامیابی کی طرف ، آؤ کامیابی کی طرف

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ ۔

اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں

جب اذان سنو تو فوراً اس کی طرف توجہ کر کے وہی الفاظ دہراتے جاؤ جو مؤذن کہہ رہا ہو۔ مگر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ (نماز کی طرف) اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح (آؤ کامیابی کی طرف) کی بجائے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہنا چاہئیے

برائی سے پھرنے اور نیکی کے کرنے کی طاقت نہیں مگر خدا کے ساتھ

فجر کی نماز کے لئے اذان اسوقت کہی جاتی ہے جب لوگ عموماً سوتے ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کو متوجہ کرنے اور نماز کی طرف بلانے کے لئے حَیَّ عَلَی الْفَلَاح (آؤ کامیابی کی طرف) کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (نماز بہتر ہے نیند سے) دوبار کہا جاتا ہے۔ سننے والا جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ (سچ کہا تونے اور نیک کام کیا) کہے۔ اذان سُنکر تم کو یہ دُعا پڑھنی چاہیے۔

اذان کے بعد کی دُعا

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ
اے اللہ مالک اِس پوری پکار کے اور نماز قائم کے

اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ
لاتو محمدؐ کو وسیلہ اور بزرگی اور مرتبہ بلند

وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَارْزُقْنَا
اور اُٹھا اسکو مقام محمود پر جس کا تونے اسے وعدہ دیا ہے اور عطا کر ہمکو

شَفَاعَتَہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔
سفارش اسکی بیشک تو نہیں خلاف کرتا ہے وعدہ کا

یہ ہے وہ سادہ طریقہ جس کے ذریعہ سے مسلمانوں کو نماز کی طرف بُلایا جاتا ہے۔ جس میں نہ گھڑیوں گھنٹوں کا شور ہے نہ سنکھ اور ناقوس کی آواز ہے۔ بلکہ ایسی آواز

ہے جس میں خدا اور اُس کے رسول کا نام لیا جاتا ہے۔ جس سے خدا کی عظمت۔ اُس کی بزرگی اور اُس کے رسول کی صحیح پیغمبرانہ شان کا اظہار ہوتا ہے۔

(۲۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تجارت کرنا

اُوپر کے سبقوں میں ہم نے عبادت اور اُس کے طریقوں پر زور دیا ہے تاکہ تم صحیح اسلامی طرز عبادت سے مانوس ہو جاؤ اور سمجھ لو کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اسے پسند فرمایا تھا۔ تم کو اب شوق ہو چکا ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حالات بھی معلوم کرو تاکہ اُن پر چل کر تم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح پیرو بن سکو۔ ہم ذیل میں حضور کی زندگی کے چند واقعات کا ذکر کرتے ہیں

اگر تم مکہ کے اِرد گرد کا جغرافیہ معلوم کرو تو نظر آئے گا کہ اِس سرزمین میں بہت ہی کم کھیتی باڑی ہو سکتی ہے ارد گرد ریگستانی علاقہ ہے جہاں سوائے ریت کے تودوں اور گرد و غبار کے اور کچھ نہیں۔ وہاں کے لوگ اُونٹ پالتے

ہیں۔ جس سے وہ اپنے آنے جانے اور نخلستان کی تلاش میں
مدد لیتے ہیں ۔ اس کا گوشت کھاتے ہیں ۔ اسی کا دودھ پیتے
ہیں ۔ بعض لوگ بھیڑ، بکریاں بھی پالتے ہیں اور اُن کے
بالوں اور اون سے اپنے کپڑے اور خیمے وغیرہ تیار کرتے ہیں
مکہ شہر ہے جہاں کے رہنے والوں کو اپنی زندگی کی ضروریات
فراہم کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ ایسا کام کرنا پڑتا ہے جس میں اُن
کے سال بھر کے اخراجات کے لئے روپیہ نکل آئے ۔ حضرت
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور اُن سے پہلے مکّہ
کے اکثر آدمی تجارت کے ذریعے سے اپنا اور اپنے بال بچوں
کا گذارہ کرتے تھے ۔ سال بھر میں ایک یا دو دفعہ مکّہ سے
"قافلہ بنا کر نکلتے" اور شام و عراق کے شہروں میں تجارت کرتے
ہوئے کچھ عرصہ کے بعد واپس مکہ چلے آتے ۔ اس سفر میں یا
اس تجارت میں اکثر اوقات حصہ لینے والوں کو اتنا کچھ بچ رہتا
تھا جس سے وہ اور اُن کے متعلقین سال بھر تک گذارہ کر سکیں،

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارہ برس کی عمر کے تھے
جب اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ شام کی طرف سفر میں گئے۔
اور تجارت میں حصہ لیا ۔ بچپن کا سفر اور تجارت کا معمولی

تجربہ اسوقت کام آیا جب مکہ کی ایک مالدار بیوہ حضرت خدیجہؓ نے آپ کو اپنا مال تجارت کی غرض سے دیا حالانکہ آپ کی عمر پچیس سال کی تھی ۔ اور ایسی ذمہ داری کا کام اتنی کم عمر والے شخص کے سپرد نہیں کیا جا سکتا تھا ۔ پھر بھی حضرت خدیجہؓ نے آپ کی امانت داری، دیانت داری اور سچائی کو دیکھتے ہوئے آپ کے سپرد ایسا اہم کام کر دیا۔ آپ نے اپنے فرائض کو اس خوبی سے ادا کیا اور سچائی اور امانت سے اتنا اچھا معاملہ کیا کہ واپسی پر حضرت خدیجہؓ کے غلام میسرہ نے آپؐ کے حسنِ اخلاق اور حسنِ سلوک کے بارے میں بہترین رپورٹ دی۔ آپ کی اچھی کارکردگی کی دوسری رپورٹ اُس نفع نے دی جو آپ نے اِس تجارت میں حاصل کیا تھا۔

(۲۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فتنہ فرو کرنا

مکہ معظمہ میں ایک مکان ہے جس کی لمبائی قریباً ۵۰ فٹ، چوڑائی ۶۰ فٹ اور اُونچائی تقریباً ۸۰ فٹ ہے جس کا نام خانہ کعبہ ہے اِس مکان کو سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ اور

اُن کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ نے بنایا تھا۔ تاکہ لوگ اُسے عبادت کے لئے مرکزی جگہ خیال کریں۔ یہ مکان بعض اوقات پُرانا اور کمزور ہو جانے کی وجہ سے دوبارہ بنایا جاتا رہا ہے۔ حضرت رسول کریم کے بچپن کے زمانہ میں یہ مکان دوبارہ بنائے جانے کا فیصلہ ہوا۔ قریش کے سردار اور اکثر لوگ اس کے بنانے میں لگ گئے۔ ان میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے۔ جب حجرِ اسود رکھنے کا وقت آیا تو ہر سردار یہ کوشش کرنے لگا۔ کہ یہ سعادت اسی کے حصّہ میں آئے۔ حتیٰ کہ آپس میں جھگڑا شروع ہوگیا۔ آخر ایک شخص کی تجویز پر یہ فیصلہ ہوا کہ کل سب سے پہلے جو شخص آئے اُس کا فیصلہ سب سردار تسلیم کرلیں۔ اگلے دن سب سے پہلے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے۔ جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو خوشی سے پکارا "یہ صادق اور امین ہیں" حالانکہ آپ اکثر لوگوں سے عمر میں کم تھے پھر بھی وہ آپ کی صداقت و امانت کو دیکھتے ہوئے آپ کو جج بنانے پر خوشی خوشی راضی ہوگئے۔ جب آپ نے دیکھا کہ سب نے آپ کے فیصلہ کو منظور کرلیا ہے تو آپ نے اپنی چادر بچھائی

اور اس میں حجر اسود کو رکھا اور ہر قبیلہ کے سردار کو بلا کر ایک کونہ چادر کا اُس کے ہاتھ میں پکڑا دیا پھر اُن سے اُٹھانے کو کہا حتیٰ کہ وہ اُس جگہ لے آئے جہاں اُسے رکھنا تھا۔ وہاں آپ نے اُٹھا کر اُس جگہ رکھدیا جہاں اُس کو لوگ رکھنا چاہتے تھے تمام سردار اور سب لوگ آپ کے اس فیصلہ پر مطمئن ہوگئے اور اس طرح آپ کی حسنِ تدبیر سے عرب کی ایک خانہ جنگی رک گئی۔

(۲۴)

چچا کی محبّت اور خدا کی اِطاعت

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا آپ کی پیدایش سے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ جب آپ چھ سال کے ہوئے تو والدہ بھی انتقال کر گئیں۔ دادا جنہوں نے آپ کو اپنی سرپرستی میں لیا تھا اُسوقت انتقال کر گئے جب آپ آٹھ برس کے تھے اب آپ کے چچا ابوطالب آپ کے کفیل اور آپ کے سرپرست تھے۔ وہ اپنے والد یعنی آپ کے دادا عبدالمطلب کے بعد قریش کے سردار تھے۔ جب آپ نے لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا شروع کیا۔ تو وہ حیات تھے۔ مکّہ کے رہنے والے

جن کی گھٹی میں اتنی بُت پرستی پڑی ہوئی تھی کہ ہر روز ایک نئے بُت کی پوجا کیا کرتے تھے بھلا خُدا اور اُس کی توحید کو کیسے مانتے۔ وہ آپ کی پیروی کرنے والوں یعنی مسلمانوں کو سخت سے سخت تکلیف دیتے تھے۔ مگر آپ کے ساتھ ابوطالب کے بھتیجے ہونے کی وجہ سے اتنی سختی نہ کرتے۔ آپ لوگوں کو اسلام کی طرف بُلاتے رہے۔ آخرکار وہ ایک دن مشورہ کر کے ابوطالب کے پاس پہنچے اور اُن سے شکایت کرتے ہوئے کہا۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ کا بھتیجا ہمارے بُتوں کو بُرا بھلا کہتا ہے ہم آپ کی وجہ سے اُسے کچھ نہیں کہتے بہتر ہو کہ آپ اُسے سمجھا دیں۔ چچا نے آپ کو بُلایا اور لوگوں کے کہنے اور اُن کی درخواست کا ذکر کیا۔ آپ کو چچا سے بہت محبّت تھی۔ اور آپ نہیں چاہتے تھے کہ اُن کی کوئی بات رد کریں یا اُنہیں ناراض کریں۔ مگر خُدا اور اُس کا حکم چچا اور چچا کی محبّت سب سے بالا تھا۔ ایسے موقعہ پر خدا کی اطاعت اور چچا کی محبّت دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا اور دوسرے کو چھوڑنا ضروری تھا۔ مگر آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ خدا کے مقابلہ میں خاندان کے کسی فرد اور کسی شخص کی پروا نہیں کرنی چاہیئے۔ چنانچہ آپ

نے فوراً ہی اپنے چچا کو مخاطب کر کے فرمایا۔ چچا! اگر یہ لوگ سورج میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند میرے بائیں ہاتھ پر لا کر رکھدیں۔ اور یہ کہیں کہ میں لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت نہ دوں تو بھی میں اس کام سے باز نہ آؤں گا حتی کہ اللہ اسلام کو غالب کردے یا میں ہی اسکی تبلیغ میں فنا ہو جاؤں۔

بچو! رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے احکام کے مقابلہ میں دُنیا کی کسی چیز سے محبت نہیں کرنی چاہیئے۔ جہاں اور جس حیثیت سے خدائی حکم آجائے اُس پر سختی سے قائم ہونا چاہیئے۔ یعنی ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ خدا کا حکم بجالانے کے لئے اُس کے پاؤں کو مضبوط ہوں۔

(۲۵)

مساوات

جب مکہ میں قریش نے آپ کا رہنا دوبھر کردیا اور آپ مجبوراً مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تو وہاں بھی یہ شرارتی لوگ آپ کو چین سے بیٹھنے نہ دیتے تھے۔ کبھی مدینہ کے لوگوں سے ساز باز کرتے، کبھی مدینے والوں کو ڈراتے دھمکاتے کہ اگر

اس شخص کو تم نے اپنے یہاں سے علیحدہ نہ کیا تو تم پر حملہ کیا جائے گا۔ کبھی اور اور قسم کی شرارتیں کرتے۔ ان لوگوں نے مدینہ والوں کے خلاف ہجرت کے اگلے ہی سال چڑھائی کردی جس میں مکہ کے تمام سردار اور بڑے بڑے آدمی شامل تھے۔ اُن لوگوں کی تعداد جو اِس جنگ کے لئے مکّہ سے نکلے ایک ہزار تھی۔

اِن ایک ہزار آدمیوں کے مقابلہ کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۳۱۳ آدمیوں کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ کفار قریش بدر کے مقام پر پہلے ہی سے جمع تھے جو مدینہ سے اسّی میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ کے ساتھ جو مسلمان تھے وہ بہت ہی کم ہتھیار رکھنے والے اور بہت ہی کم دیگر ساز وسامان رکھنے والے تھے حتیٰ کہ آپ کے ساتھیوں کے پاس دو گھوڑے اور ساٹھ اُونٹ تھے اور لوگ باری باری اُونٹ یا گھوڑوں پر سوار ہوتے تھے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں جو اونٹ آیا۔ اسمیں حضرت علی اور ایک دوسرے صحابی بھی شریک تھے۔ جب آپ کی باری ختم ہوچکتی تو آپ پیدل ساتھ ساتھ چلتے۔ صحابہ ہیترا عرض کرتے کہ حضور، ر

کیوں چلتے ہیں ہم اپنی باری بھی آپ ہی کو دیتے ہیں۔ مگر آپ ہر بار یہی فرماتے کہ تم مجھ سے زیادہ نہیں چل سکتے۔ جیسے تم ویسا میں۔ جیسا ثواب حاصل کرنے کی تمہیں خواہش ہے ویسی ہی مجھے بھی ہے۔ غرض آپ اُن کے ساتھ اپنی باری برابر پیدل ہی چلتے رہے حتیٰ کہ بدر آپہنچے۔

غور کا مقام ہے کہ اگر آپ ذرا سا اشارہ بھی کر دیتے تو آپ بمقابلہ دوسرے آدمیوں کے سواری کا حصہ زیادہ لے سکتے تھے۔ مگر نہیں آپ نے سب کو برابر کا شریک رکھا اور اپنے لئے کسی طرح کی کوئی خاص امتیازی حیثیت نہیں قائم کی۔

اصل یہ ہے کہ اسلام میں برابری اور مساوات کو جتنا ضروری سمجھا گیا ہے دُنیا کے اور کسی مذہب میں اس کو اتنی اہمیت نہیں دی گئی۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کی پیروی کرنے والوں نے اپنے عمل سے یہ بات واضح کر دی ہے کہ اسلام میں ہر مسلمان کا درجہ برابر ہے۔ کوئی اونچ نیچ نہیں اور یہی حقیقی مساوات ہے۔

(۳۶)

ایک اور مثال

جنگِ بدر ختم ہونے کے بعد جب نقصان کا اندازہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ چودہ مسلمان اور ستّر کافر مارے گئے۔ ان کافروں میں تقریبًا کل کے کل سردار اور بڑے آدمی تھے۔ بہت سے آدمی قید کر لئے گئے جن میں رسول کریمؐ کے چچا حضرت عباس بھی شامل تھے جو اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

آپ نے جنگ کے قیدی اپنے صحابہ میں تقسیم کردئے اور انہیں تاکید فرمادی کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ ان قیدیوں کا بیان ہے کہ مسلمان ہمیں اچھے سے اچھا جو انہیں میسّر آتا تھا، کھلاتے تھے اور خود معمولی خوراک پر گذران کرتے تھے۔

اب اُن کے بارے میں مشورہ ہونے لگا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیئے۔ حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ چونکہ ہمارے اور ان کے درمیان کفر و ایمان حائل ہے اور یہ ہم پر اس وجہ سے چڑھ کر آئے تھے۔ کہ ہم نے بتوں کی پوجا چھوڑ کر واحد خدا

کی عبادت شروع کردی تھی اس لئے ان سب کو قتل کردیا جائے اور ہر مسلمان اپنے قریب ترین رشتہ دار کو اپنے ہاتھ سے خود قتل کرے۔ چنانچہ آپ نے قریب ترین رشتہ داروں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنے میں پیش قدمی کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔
حضرت ابوبکرؓ اور بعض دیگر صحابہ کی رائے تھی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے سے اتفاق کیا۔ اور ہر قیدی کو اس کی حیثیت کے مطابق فدیہ دینے کو کہا۔ بعض لوگ ان میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اُن سے کہا گیا کہ وہ دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں اور آزاد ہو جائیں۔

حضرت عباس بھی قیدیوں میں تھے۔ ان کی والدہ چونکہ انصار سے تعلق رکھتی تھیں اس لئے انصار نے بھانجہ ہونے کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اِن کے رہا کئے جانے کی سفارش کی۔ مگر آپ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہوسکتا بلکہ سب کے ساتھ یکساں سلوک ہوگا۔ حضرت عباس چونکہ کافی مالدار تھے۔ اس لئے اُن سے فدیہ میں بمقابلہ دوسروں کے زیادہ رقم طلب کی۔ اُنہوں نے اپنی ناداری کا عذر کیا اور کہا

کہ میں اپنی مرضی سے جنگ میں شامل نہیں ہوا بلکہ زبردستی لایا گیا ہوں - آپ نے اُن کے عُذر کو منظور نہیں فرمایا بلکہ کہا کہ مکّہ میں اُمِّ الفضل کے پاس تم ایک بڑی رقم چھوڑ کر آئے ہو اِس لئے تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہو سکتی - چنانچہ اُنہیں مقررہ رقم دینی پڑی -

(۲۷)

قوتِ برداشت اور استقلال

ابو طالب کی وفات کے بعد آپ کی حمایت کرنے والا کوئی بھی باقی نہ رہا تھا - چنانچہ قریش کُھلّم کُھلا اور آزادی سے آپ کو ستانے اور تکلیف پہنچانے لگے - اِن لوگوں نے آپ کو اتنا تنگ کیا کہ آپؐ نے مکّہ چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا - اور خیال کیا کہ شاید کسی دوسرے مقام کے لوگ اِتنی سختی سے پیش نہ آئیں اور اس طرح آپ زیادہ آزادی سے لوگوں کو صحیح دین اور درست راستہ کی طرف بُلا سکیں - چنانچہ آپ سب سے پہلے طائف تشریف لیگئے - اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی - اُنہیں خدا کا پیغام پہونچایا - اور بتوں کی پرستش سے باز رکھنے کی کوشش کی -

وہاں کے رہنے والوں نے بجائے اِس کے کہ آپ کی باتوں کو مانتے آپ کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ غور کرتے اور اگر ان کی سمجھ میں آپ کی باتیں نہ آتیں بلکہ وہ آپ کی پیروی نہ کرنا چاہتے تھے تو آپ کو جواب دیدیتے مگر انہوں نے کیا یہ کہ شہر کے شہدوں، بچوں اور شریر لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا جو اینٹ پتھر تک آپ کو مارتے تھے گالی اور بدکلامی سے آپ کو مخاطب کرتے تھے۔ اِن اینٹوں، کنکروں اور پتھروں کی بارش سے آپ کے پاؤں مبارک زخمی اور لہولہان ہو گئے اور آپ شہر کے باہر انگور کے ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ اس حالت میں آپ سے خواہش کی گئی کہ آپ اِن لوگوں کے لئے بددعا کریں مگر آپ نے جواب دیا کہ میں بددعا اور لعنت کرنے والا بناکر نہیں بھیجا گیا۔ میں تو صرف اُن کے لئے صحیح راستے کی طرف بُلانے والا اور اُن کے لئے باعث رحمت بناکر بھیجا گیا ہوں۔

بچو! غور کرنے کا مقام ہے کہ آپؐ نے کس قدر قوتِ برداشت اور حلم سے کام لیا۔ اگر تم پر ایسا موقع آپڑے تو

ہمیں بھی ایسے ہی عزم و ارادہ سے کام لینا چاہیئے۔ اور اگر کسی کی جانب سے کوئی تکلیف پہنچے تو عزم و استقلال سے مردانہ وار اُس کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ یہی ایسا سلوک کرنے والے تھے جو خود یا اُن کی اولاد اسلام کو دنیا کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشے تک پہنچانے والی بنی۔

(۲۸)

انصاف و دین داری کا لحاظ

آپ کی انصاف پسندی اور بے لاگ ہونے کے دشمن بھی قائل تھے۔ حتیٰ کہ یہودی جو آپ کے سخت ترین دشمن تھے بعض اوقات اپنے جھگڑے چکانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی عدل پروری سے فائدہ اُٹھاتے مسلمان غریب تھے اور یہودی مہاجن، اس لئے بعض مسلمان یہودیوں سے قرض لے لیتے تھے۔ ایک دفعہ ایک مسلمان نے ایک یہودی سے قرض لیا۔ یہودی نے تقاضا کیا۔ ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ وہ یہودی اس مسلمان کو آپؐ کی خدمت میں پکڑ لایا آپ نے انہیں قرض ادا کرنے کو کہا۔ مجبوراً ان بیچاروں کو اپنا تہمد اُتار کر دینا پڑا اور اپنے صافہ سے بدن ڈھانکا۔

ایک دفعہ ایک عورت نے چوری کی جو مالدار اور شریف گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ لوگ چاہتے تھے کہ معاملہ دب جائے چنانچہ حضرت اُسامہ بن زید کی معرفت جو آپ کو بہت عزیز تھے آپ کے پاس سفارش کی گئی آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ بھی اگر کوئی ایسی حرکت کرتی تو اُس کو بھی ایسی ہی سزا دی جاتی جو اس کے لئے تجویز کی گئی ہے

سوچنا چاہیئے کہ آپ کس قدر دین اور حق کے معاملہ میں بے لاگ تھے کہ اپنی بیٹی تک کو قصور کرنے پر معاف کرنا نہیں چاہتے تھے۔ ایک ہم ہیں کہ رشتہ داروں کی محبت میں اندھے ہو کر حق و باطل کی تمیز چھوڑ دیتے ہیں۔

(۲۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادات

آپ بہت ہنس مکھ تھے۔ طبیعت میں سختی تمام کو بھی نہ تھی۔ دوسروں کو عیب لگانا بُرا سمجھتے تھے۔ عمر بھر نہ بُرا کہا نہ کوئی سخت کلمہ زبان سے نکالا۔ حتیٰ کہ بُرائی کے بدلہ میں بھی بُرائی نہیں کی۔ بلکہ درگذر اور معافی سے پیش آتے رہے

مشہور ہے کہ مدینہ کے بعض یہودی دشمنی کی وجہ سے آپ کو بجائے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ (تم پر سلامتی ہو) کے اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ (تم پر ہلاکت ہو) کہتے مگر آپ جواب میں ہمیشہ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ (اور تم پر بھی سلامتی ہو) ہی فرماتے۔ کبھی کسی لونڈی، غلام، مرد عورت، حتیٰ کہ جانور کو بھی اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ کوئی ایسی بات جو آپ کو ناپسند ہو اگر آپ کے سامنے کہی جاتی تو لوگ آپ کے چہرے سے پہچان جاتے مگر آپ اپنی زبانِ مبارک سے کچھ نہ فرماتے۔ اور خاموش رہتے۔ فضول اور بیکار باتیں آپ نہیں فرماتے تھے جب کوئی دوسرا کلام کرتا ہوتا تو آپ خاموشی سے سنتے۔ اور جب تک وہ اپنی بات پوری نہ کر لیتا آپ خاموش رہتے۔ درمیان میں کبھی نہ ٹوکتے۔ گفتگو آپ آہستہ آہستہ اور نرمی سے کرتے حتیٰ کہ اگر کوئی یاد رکھنا چاہتا تو آسانی سے یاد کر سکتا۔ اکثر بدو (دیہاتی عرب) آتے اور اپنے گنوارپن کا اظہار کرتے۔ مگر آپ تحمل سے سب کچھ برداشت کرتے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک گنوار آپ کے ہاں آیا اور آپ کی چادر اس زور سے کھینچی کہ گردن اور کندھے پر نشان پڑ گئے تاکہ آپ کو اپنی طرف متوجہ کر سکے۔ پھر آپ سے بے باکی اور گستاخی کے لہجہ میں کہا۔

اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے دونوں اونٹ غلہ سے
لاد دے کیونکہ جو مال تیرے پاس ہے وہ نہ تیرا ہے اور
نہ تیرے باپ کا۔ آپ نے باوجودیکہ اس نے اس اکھڑپن سے
سلوک کیا اس کو نہ صرف معاف کر دیا بلکہ اس کے دونوں اونٹوں
پر کھجوریں اور جو لاد کر اس کے حوالے کئے۔

بچو! ان باتوں سے یہ سمجھ لینا کہ خدا کے معاملہ اور
دین کے بارے میں آپ طرح دیجاتے تھے۔ نہیں، دینی معاملات
اور خدائی احکام کے بجالانے میں آپ کسی طرح کوتاہی نہیں
کرتے تھے جیسا کہ اوپر ہم کئی جگہ ذکر کر آئے ہیں۔

(۳۰)

دشمنوں سے آپ کا سلوک

دشمنوں کے ساتھ بھی آپ کا برتاؤ بیحد ہمدردانہ اور
نرم ہوتا تھا۔ یہودی آئے دن مدینے میں شرارتیں کرتے رہتے
تھے۔ مگر آپ انہیں خواہ مخواہ سزا نہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ
جب وہ جنگ کے ارادہ سے آپ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے
تو آپ کو بھی مقابلہ کے لئے تیار ہونا پڑا۔ خیبر کی جنگ کے

یعنی ایک یہودی عورت نے آپ کی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ آپ کو پہلا نوالہ کھاتے ہی اس بات کا پتہ چل گیا آپ نے کھانے سے تو ہاتھ کھینچ لیا مگر اُس عورت کو کوئی سزا نہ دی حالانکہ دنیا میں کہیں بھی ایسے جرم کی سزا قتل سے کم نہیں ہے۔

ایک یہودی کا آپ کو کچھ قرض دینا تھا۔ ابھی وعدہ کا دن نہیں آیا تھا کہ وہ تقاضا کرنے کو آموجود ہوا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ ابھی مقررہ مدت میں کچھ دن باقی ہیں۔ اس پر وہ آپ سے گستاخی سے پیش آیا اور کہا کہ اے مُطّلب کی اولاد! تم بہت ٹال مٹول کرنے والے ہو" حضرت عمرؓ کو اس پر غصہ آیا اور انہوں نے اُسے ڈانٹا اور سخت سُست کہا۔ اس پر آپ مسکرائے اور فرمایا اے عمرؓ! تمہیں چاہئے تو یہ تھا کہ مجھے اچھی طرح قرض ادا کرنے اور اسے اچھی طرح تقاضا کرنے کی نصیحت کرتے۔ پھر آپ نے اس کا قرضہ ادا کرنے کا حکم دیا اور اس وجہ سے کہ اس کو ڈانٹ اور سختی اُٹھانی پڑی اُسے زیادہ دلوا دیا۔

(۳۱)

ایک اور واقعہ

مکہ کے لوگ بے انتہا شریر اور آپ کو تنگ کرنے والے تھے

جب آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہی تھا تو وہ آپ کے ساتھ بُرائی اور تکلیف سے پیش آنے لگے۔ آپ کو بُرا بھلا کہتے۔ لوگوں کو آپ سے ملنے کو منع کرتے، آپ اور آپ کی قوم کو تین سال تک ایک گھاٹی میں محصور رکھا۔ اور اس طرح آپ کا بائیکاٹ کیا۔ آپ کے قتل کے منصوبے سوچے گئے۔ آپ کے مشن کو نقصان پہونچانے کے لئے ہر قسم کی کوششیں کیں جب آپ نے چند صحابہ کو حبشہ (ابی سینیا) کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دیا اور وہاں پہونچ گئے تو اُن کو نقصان دینے اور تنگ کرنے کو مکہ کے آدمی حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے ہاں حاضر ہوئے اور اس کو آپ کے صحابہؓ کے خلاف بھڑکایا۔ جب آپ مکہ چھوڑ کر مدینہ پہونچ گئے۔ اور مکہ والوں سے بالکل علیحدہ ہوگئے۔ تو لوگ مکہ سے چل چل کر مدینہ آتے اور یہاں آکر آپ کے خلاف لڑتے۔ آپ سے اگر معاہدہ کرتے تو اُس کو توڑ دیتے غرض ہر طرح سے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو تنگ کرتے

اُن کے جرم اُن کے گناہ اور اُن کے افعال ہرگز اِس قابل نہ تھے کہ اُن سے درگذر کیجاتی اور غفلت سے کام لیا جاتا۔ مگر نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح

کیا اور ان لوگوں سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیئے تو وہ یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اب ہماری اور ہمارے اہل خاندان تک کی خیر نہیں، کہنے لگے کہ بیشک ہم سے غلطیاں ہوئیں ہم نے بُرے سلوک کئے۔ مگر آپ شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ نے ان سب کو معاف کردیا اور کسی قسم کی پرسشن نہیں کی۔

یہ آپ کی درگذر ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ کی رحلت کے بعد جب عرب کے بدو اور گنوار اسلامی احکام کے خلاف ہوگئے تھے۔ اسوقت مکہ اور مدینہ والے ہی تھے جو اُن احکام پر ثابت قدم رہے اور ذرہ برابر اُن کے پائے استقلال کو جنبش نہ ہوئی۔ اگر کسی دوسرے مقام کے ہوتے تو ضرور اُن کے پاؤں ڈگمگا جاتے اور اپنے راسخ عقیدہ پر ہرگز قایم نہ رہ سکتے۔

(۳۲)

ایثار

ایثار کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اپنی ضرورت کا خیال نہ کیا جائے بلکہ خود تکلیف

اور تنگی برداشت کرلی جائے - اور دوسروں کی ضرورت پوری کردی جائے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام کی تمام زندگی ایثار کا اعلیٰ نمونہ ہے - بسا اوقات ایسا ہوا کہ آپ کے پاس آپ کی ضرورت پوری کرنے کے لئے کوئی چیز ہوتی تھی کہ کوئی اور حاجتمند آجاتا تھا - آپ اپنی ضرورت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اہل حاجت کی حاجت روائی کردیتے تھے - ایسا بہت کم اتفاق ہوتا تھا کہ آپ نے دونوں وقت پیٹ بھرکر کھانا کھایا ہو چنانچہ ایک دفعہ ایک صحابی کی شادی ہوئی وہ بیچارے بہت غریب تھے - انہیں استطاعت نہ تھی کہ ولیمہ کی دعوت کردیتے - آپ نے فرمایا کہ عائشہ رضہ کے ہاں سے آٹے کی ٹوکری لے آؤ اور اس سے ولیمہ کی دعوت کردو - حالانکہ گھر میں اس وقت بس وہی کل کائنات تھی - اس کے علاوہ کھانے کے لئے اور کچھ بھی سامان نہ تھا - مدینہ میں آنے کے کچھ عرصہ بعد بہت سی فتوحات ہوئیں اور عرب کا کثیر حصہ آپ کے قبضہ میں آگیا تھا - حتیٰ کہ آپ کی وفات کے وقت تمام عرب آپ کا مطیع تھا پھر بھی آپ نے نہ کچھ مال اسوقت جمع کیا - نہ آپ کی وفات کے بعد کچھ سامان یا مال و دولت آپ کے گھر سے نکلا - چند

معمولی چیزیں تھیں۔ اور اُن کے متعلق بھی آپ کا فرمان تھا کہ نبی جو ترکہ چھوڑے وہ صدقہ ہوتا ہے۔ نہ نبی وراثت میں کچھ حاصل کرتا ہے نہ وہ وراثت میں کسی کو کچھ دیتا ہے۔ غرض ایثار کی بہترین مثال آپ کی زندگی ہے۔ کہ آپ غریب تھے، امیر ہوئے۔ لوگوں پر حکومت کی۔ بادشاہی کے اختیارات حاصل رہے۔ حتیٰ کہ آپ کا ہر قول اور آپ کا ہر فعل مسلمانوں کے لئے حُجت تھا۔ جو آپ کہدیتے تھے کیا مجال کہ مسلمان اس کے ذرا بھی خلاف ہوں اور آپ کے حکم سے منہ موڑیں مگر آپ غریب پیدا ہوئے، غربت میں زندگی بسر کی اور غربت ہی کی حالت میں آپ خدا سے جا ملے۔ یہ سب کچھ کس وجہ سے؟ صرف اسوجہ سے کہ آپ ایثار سے کام لیتے تھے۔ اور اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دیتے تھے۔

(۳۳)

بھیک سے نفرت

اگرچہ آپ سائل کی حاجت اور مانگنے والے کی ضرورت کو کبھی رد نہ کرتے تھے بلکہ اُسے پورا کردیتے تھے۔ پھر بھی

بھیک مانگنے اور سوال کرنے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ اسے بے شرمی اور بے حیائی کی بات سمجھتے تھے۔ کبھی کوئی بے ضرورت اور بلا وجہ سوال کرتا تو آپ کو تکلیف ہوتی آپ فرماتے "کہ سوال کرنے اور مانگنے سے یہ بہتر ہے کہ انسان جنگل جائے اور وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اور بازار میں فروخت کرکے اپنی آبرو بچائے" محنت مزدوری کرکے زندگی بسر کرنا بہ نسبت بھیک مانگ مانگ کر دن گذارنے سے آپ بہت بہتر سمجھتے تھے۔ اور اسی بات کی دوسروں کو ہدایت کرتے۔

ایک دفعہ ایک انصاری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے بیچارے بہت ہی غریب تھے۔ آپ سے اپنی حالت بیان کی اور امداد کے طالب ہوئے۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ "کیا تمہارے پاس کچھ بھی نہیں ؟" اُنہوں نے عرض کیا۔ بس ایک بچھونا ہے اسی کو اوڑھتا ہوں اور ایک پیالہ ہے" آپ نے دونوں چیزیں منگوالیں اور نیلام کردیں۔ ایک شخص نے ایک درہم قیمت لگائی۔ اور دوسرے نے دو درہم۔ آپ نے اُسے ارشاد فرمایا کہ ایک درہم کا کھانا خرید کر گھر دے آئیں۔

اور دوسرے درہم کی رسّی وغیرہ خرید لیں اور ان کو جنگل سے لکڑیاں لاکر بازار میں بیچیں۔ وہ صاحب دس پندرہ دن کے بعد آپ کی خدمت میں آئے تو اُن کے پاس دس درہم جمع ہو گئے تھے آپ نے فرمایا "یہ اچھا ہے یا یہ کہ قیامت کے دن بھیک کا داغ ماتھے پر ہو"۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صدقات تقسیم کر رہے تھے کہ دو مضبوط و توانا آدمی مانگنے آئے۔ آپ نے فرمایا تم کہو تو اس میں سے کچھ دیدوں مگر مالدار اور تندرست لوگوں کو نہیں لینا چاہیئے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی اولاد کے لئے صدقات کا لینا منع فرمادیا ہے تاکہ وہ محنت و مزدوری کرکے زندگی بسر کریں۔ مفت کی روٹیاں نہ توڑیں۔

(۳۴)

خدا کے علاوہ اور کسی سے نہ ڈرنا

عرب کوئی بڑی سلطنت اور طاقت نہ تھی جو اُس زمانہ کے بادشاہوں کا مقابلہ کرسکتی۔ یہاں کے رہنے والے اسلحہ

کی کمی، فوجی طاقت کی خرابی اور آپس کی لڑائیوں کی وجہ سے جم کر کسی فوجی طاقت یا حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ بیرون عرب کی حکومتیں تازہ ترین آلات جنگ اور باقاعدہ فوج سے ہر وقت لیس رہتی تھیں۔ مگر عرب اپنی خانہ جنگی اور آپس کے جھگڑوں میں ہر وقت لڑائی کا میدان بنا رہتا تھا۔ ایسی حالت میں کسی بادشاہ کو اسلام کی دعوت دینا اپنے اوپر مصیبت لانے سے کم نہ تھا۔ خاص کر اس وقت جبکہ عرب بھی پوری طرح سے مفتوح نہ ہوا تھا۔ اندرونی جھگڑے ابھی بہت کچھ باقی تھے۔ مگر نہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی ہستی سے نہ ڈرتے تھے۔ اس لئے آپ نے جب حدیبیہ کے مقام پر مکہ والوں سے صلح کر کے آئے تھے مختلف بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دینا مناسب سمجھا۔ اس لئے کہ آپ صرف عربوں ہی کی طرف نبی بن کر نہ آئے تھے، آپ تمام دنیا کے لئے یکساں نبی ہو کر آئے تھے۔ چنانچہ آپ نے ہرقل شاہ روم، مقوقس شاہ مصر، نجاشی شاہ حبشہ اور شاہ ایران کی طرف خط بھیجے تاکہ اُنہیں مسلمان ہونے کی تلقین کریں۔ ان میں سے ایک خط کا ترجمہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں یہ خط

ہرقل کی طرف بھیجا گیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد کی طرف سے جو اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہے، ہرقل کی طرف جو روم کا بادشاہ ہے۔

سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے میں تمہیں اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ اسلام لے آؤ تو سلامت رہو گے۔ خدا تم کو دوگنا اجر دیگا اور اگر تم نے انکار کیا تو رعایا کی گمراہی کا عذاب تمہارے سر ہوگا۔ اے اہل کتاب ایسی بات مان لو جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم میں سے کوئی سوائے ایک خدا کے اور کسی کو خدا نہ بنائے اور اگر یہ نہیں مانتے تو گواہ رہنا کہ ہم تو مانتے ہیں۔

حبشہ کا بادشاہ نجاشی مسلمان ہوگیا۔ مصر کا بادشاہ مقوقس اُسوقت خانقاہ کی طرف جانے کی تیاری میں مشغول تھا۔ جہاں وہ عادت کے موافق دو مہینے تک ہر سال

عبادت کیا کرتا تھا - اس نے بھی رضامندی کا اظہار کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تحائف روانہ کئے۔ ہرقل نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کئے اور چاہتا تھا کہ مسلمان ہو جائے مگر پادریوں اور اُمراء سے ڈرنے کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوا۔ ایران کے بادشاہ نے مخالفت کی مگر کچھ عرصہ کے بعد اپنے بیٹے کے ہاتھ سے مارا گیا۔

بچو! تم نے دیکھا کہ خدا کا حکم بجا لانے میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر ہمت دکھائی۔ نہ غیر عربی طاقتوں اور فوجوں سے گھبرائے نہ اُن کے اسلحہ اور ساز و سامان سے نہ اُن کی جمعیت اور دولت سے۔ آپ نے صحیح بات اور خدا کا پیغام ان لوگوں کے کان میں ڈال دیا۔

(۳۵)

صحابہؓ کی آپ سے محبت

بہت سے صحابہ مکہ سے ہجرت کرکے مدینے جا چکے تھے اور اُن کے بال بچے ابھی مکہ معظمہ ہی میں تھے۔ اِس بات

پر اکثر صحابہ چھ سال تک صبر کرتے چلے آئے۔ کچھ تو وطن کی اُلفت تھی، کچھ بال بچوں کی محبت اور خانہ کعبہ کی زیارت کا شوق۔ غرض اکثر مہاجرین[۱] مکہ معظمہ جانا چاہتے تھے اور انصار[۲] بھی قریش کی مخالفت کی وجہ سے زیارت کعبہ سے محروم تھے۔ اِس لئے وہ بھی خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے بے چین تھے۔

اِن وُجوہ سے آپ چودہ سو صحابہؓ کے ساتھ مکہ معظمہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ چونکہ آپ کے جانے کا مقصد لڑائی جھگڑا نہ تھا۔ اس لئے سوائے تلوار کے اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ تھا اور قربانی کے لئے اونٹ ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ یہ قافلہ حدیبیہ کے قریب پہونچا تھا کہ قریش مکہ کی طرف سے ایک شخص آپ سے گفتگو کرنے اور حالات دریافت کرنے کیلئے آگیا۔ آپ نے اُس جگہ پر قیام کیا اور اُس کو جو باتیں کہ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا بتائیں۔ وہ قریش مکہ کے ہاں واپس گیا۔ اور صحابہؓ

---

[۱] مہاجرین وہ لوگ جو مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ میں آ بسے تھے۔

[۲] مدینہ کے رہنے والے جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی

کی جاں نثاری کا ذکر اس طرح کیا۔ میں نے قیصرؔ[1] و کسریٰ کے
دربار دیکھے ہیں۔ مگر جو عزت کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے
ساتھی اُس کی کرتے ہیں :: میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ وہ جب وقت
منہ ہاتھ دھوتے ہیں تو پانی نیچے نہیں گرنے پاتا بلکہ لوگ چُلوؤں
میں لے لیتے ہیں اور منہ پر ملتے جاتے ہیں۔

ان لوگوں کی یہی جاں نثاری ہے جس نے ان کو تمام
مسلمانوں میں بہترین بنادیا ہے اور آج ہم اُن میں سے جب کسی
کا نام لیتے ہیں تو حضرت کہکر لیتے ہیں اور پھر بعد میں رضی
اللہ عنہٗ (اللہ اُس سے راضی ہو) کہتے ہیں۔

(۳۶)

دوسروں کے کام کرنا

جو لوگ ذرا بھی سمجھ رکھتے ہیں وہ خواہ امیر ہوں،
خواہ غریب، اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے
نہ ان میں غرور ہوتا ہے نہ تکبّر۔

غریب اپنا کام چھوٹوں پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں
اور امیر اپنا بوجھ نوکروں، چاکروں کے سر ڈالتے ہیں۔ رسول کریم

---

[1] قیصر روم کے بادشاہ کا لقب اور کسریٰ ایران کے بادشاہ کا لقب ہے [2] صحابہؓ ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ ایسے نوکر رکھتے تھے جن کے ماں باپ اگر انہیں لیجانا چاہتے تو وہ آپ کی محبت اور ہمدردی کو دیکھ کر اپنے ماں باپ کے ساتھ جانے سے تو انکار کر دیتے تھے مگر آپ کی رفاقت ترک کرنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ پھر بھی آپ نہ صرف اپنے کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتے تھے بلکہ اکثر دوسروں کے کام بخوشی کر دیتے تھے۔

بیواؤں، غریبوں اور یتیموں کے کام آپ بڑی خوشی سے کرتے تھے۔ اکثر لونڈیاں آپ کو اپنے کام بتاتیں آپ اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوتے اور اُن کا کام کر دیتے

ایک صحابی کو آپ نے جنگ پر بھیجا تھا۔ اُن کے گھر میں دودھ دوہنا کوئی نہیں جانتا تھا۔ آپ روزانہ اُن کے ہاں جاتے اور دودھ دوہ دیتے تھے۔

ایک دفعہ آپ نماز کے لئے کھڑے ہو رہے تھے اُسوقت ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا "یا رسول اللہ میرا ذرا سا کام ہے ایسا نہ ہو کہ بھول جاؤں۔ اِس لئے پہلے آپ اِسے کر دیجئے۔" آپ اُسی وقت مسجد سے باہر چلے آئے۔ پہلے اُس کا کام کیا۔ پھر نماز پڑھی۔

(۳۷)

پاکیزگی اور صفائی

عرب کے رہنے والے جاہل اور اُجڈ تھے۔ اُنہیں صفائی اور پاکیزگی کا کوئی خیال نہیں ہوتا تھا۔ اکثر میلے اور گندے رہتے تھے۔ پیشاب کرتے تو کپڑوں کا خیال نہ رکھتے۔ راستہ میں ہی اکثر پیشاب کردیتے۔ تھوک دیتے۔ غرض صفائی اور پاکیزگی سے بہت دُور تھے۔ آپ نے اُنہیں صفائی کیطرف متوجہ کیا۔ لوگ اگر میلے کچیلے آپ کے پاس آتے تو آپ کو تکلیف ہوتی۔ آپ خود صاف ستھرے اور پاکیزہ رہتے تھے اور لوگوں کو جب کبھی گندہ دیکھتے تو اُنہیں سمجھاتے۔

ایک شخص آپ کے سامنے میلے کپڑے پہنے ہوئے آیا آپ نے فرمایا کہ اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ وہ اپنے کپڑے دھولیا کرے۔ ایک شخص بہت ہی گندے کپڑے پہنے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس سے پوچھا، "کیا تمہارے پاس کچھ ہے" اُس نے کہا "ہاں" آپ نے فرمایا جب خدا نے نعمت دی ہے تو اُس کا اظہار شکل وصورت

سے بھی کیا کرو۔ ایک بار ایک شخص بکھرے بال لئے آیا۔ آپ نے فرمایا "اس شخص سے اتنا نہیں ہوتا کہ بال ٹھیک کرے"

ایک دفعہ جمعہ کے دن کچھ لوگ میلے کپڑے پہنے ہوئے مسجد میں چلے آئے۔ مسجد کی چھت نیچی تھی پسینہ جو آیا تو اُس کی بدبو تمام مسجد میں پھیل گئی۔ آپ کو اس سے بہت ہی تکلیف ہوئی۔ آپ نے فرمایا "نہا کر آتے تو اچھا ہوتا"

صفائی کا آپ کو جتنا خیال تھا وہ اس بات سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ آپ نے نماز کے لئے جگہ اور لباس کی صفائی کو ضروری سمجھا ہے۔ جمعہ کے دن جب مسجد میں شہر بھر کے آدمی جمع ہوتے ہیں تو اُن کے نہانے خوشبو لگا کر جانے اور صاف دُھلے ہوئے کپڑے پہننے کو پسند کیا۔ یہ نہیں کہ دوسروں کے لئے آپ یہ باتیں پسند کرتے ہوں اور خود اُن پر نہ چلتے ہوں۔ آپ خود اُن پر عمل کرتے اور اپنا اچھا نمونہ پیروی کے لئے دوسروں کے سامنے پیش کرتے۔

(۳۸)

ورزش

آپ کو مردانہ کھیل اور ورزشیں بہت پسند تھیں۔ آپ

لوگوں کو ان کی طرف متوجہ کرتے اور ان میں دلچسپی پیدا کرنے کیلئے شوق دلاتے۔ خود حصہ لیتے اور دوسروں کے حصہ لینے پر خوش ہوتے۔

اکثر اوقات آپ نشانہ بازی کی مشق کرلتے اور اس کام کے لئے لوگوں کو دو حصّوں میں تقسیم کردیتے۔ کبھی آپ اونٹوں کی دوڑ کراتے اور کبھی گھوڑوں کی۔ مدینہ کے باہر ایک میدان تھا جہاں اکثر اوقات گھوڑ دوڑ ہوا کرتی تھی۔ ہلکی دوڑ ایک میل کی اور لمبی چھ میل کی، آپ کو گھوڑے کی سواری بہت ہی پسند تھی۔ اِس لئے آپ بھی اس دوڑ میں کبھی کبھی حصہ لیتے تھے۔ ایک بار گھوڑ دوڑ میں آپ کے گھوڑے نے بازی جیتی تو آپ کو بہت خوشی حاصل ہوئی۔

آپ خود بہت ہی طاقتور تھے۔ عرب میں ایک مشہور پہلوان تھا جس کا نام رکانہ تھا اسے اپنی طاقت پر بہت گھمنڈ اور ناز تھا۔ اور کسی کو اپنے مقابل نہ سمجھتا تھا۔ ایک بار اُس نے آپ سے شرط لگائی کہ اگر آپ مجھے گرادیں تو میں مسلمان ہوجاؤں گا۔ آپ نے اُسے تین بار پچھاڑا۔

طاقتور کی آپ قدر بھی کرتے تھے۔ چنانچہ جنگ اُحد کے

کے موقع پر آپ نے رافعؓ کو اُن کے قد کی وجہ سے فوج میں
رکھ لیا۔ اس وقت اُن کے ہم عمر ساتھی سمرہؓ نے دیکھا جو چھوٹے
قد والے ہونے کی وجہ سے فوج میں شامل نہ کئے جا سکے تو
کہا کہ میں تو رافعؓ کو کشتی میں پچھاڑ دیا کرتا ہوں اسلئے مجھے جنگ
میں شامل ہونے کی اجازت ملنی چاہئیے۔ آپ نے دونوں کی
کُشتی کرائی۔ سمرہؓ جیت گئے۔ اس لئے اُنہیں بھی جنگ میں حصّہ
لینے کی اجازت مل گئی۔

(۳۹)

ہمدردی اور رحم دلی

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم بہت ہی رحمدل اور ہمدرد تھے۔
کسی کی تکلیف کا ذکر بھی سُنتے تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے۔
تکلیف میں دیکھتے تو اور زیادہ اثر ہوتا۔ آپ نے کبھی کسی کے
لئے بد دُعا تک نہیں کی۔ بعض اوقات صحابہؓ نے دشمنوں کی
عداوت اور اُن کی سختیوں کی وجہ سے آپ سے عرض بھی کیا
کہ آپ کفّار کے حق میں بد دعا کریں مگر آپ نے یہی کہہ کر ٹال دیا
کہ میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں نہ کہ بد دُعا کرنے کے لئے۔ آپ

ہمیشہ مسلمانوں کو نصیحت فرماتے کہ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھیں۔ آپس میں بھائی بھائی بنکر رہیں۔ سچے مسلمان اسی وقت بنیں گے جب دوسروں کے لئے وہی پسند کریں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔

ایک دیہاتی نے ایک دفعہ آپ کے لئے دُعا مانگی "یا اللہ مجھ پر اور محمدؐ پر رحمت بھیج اور کسی کو اسمیں شریک نہ کر" آپ نے اسے سخت ناپسند فرمایا اور سب کے لئے رحمت طلب کرنے کی تعلیم فرمائی۔

دوسروں کو مصیبت میں دیکھکر آپ پر بہت اثر ہوتا تھا چنانچہ آپ کی صاحبزادی صاحبہ کا بچہ دم توڑ رہا تھا جب آپ تشریف لیگئے۔ آپ نے دیکھا تو بے اختیار آنسو نکل پڑے۔

ایک صاحب ایک دفعہ اپنی لڑکی کو زندہ دفن کرنے[1] کا واقعہ سُنا رہے تھے۔ جب وہ اس موقع پر پہنچے جہاں اُس نے اپنی لڑکی کے ابا ابا کہنے کا ذکر کیا جبکہ وہ صاحب اس پر مٹی ڈال کر چھپا رہے تھے تو آپ کی آنکھیں آنسوؤں

---

[1] اسلام سے پہلے عربوں میں اپنی لڑکیاں زندہ دفن کرنے کا رواج تھا۔ ۱۲

سے بھر آئیں۔ بعد میں آپ نے فرمایا "جو خود رحم نہیں کرتا وہ کیسے رحم کی اُمید رکھ سکتا ہے"

ایک بار آپ ایک صحابی کی بیمار پرسی کو تشریف لیگئے۔ اُن کی حالت بہت کمزور تھی۔ یہ دیکھکر آپ کے آنسو نکل آئے۔ آپ کو روتا دیکھکر اور صحابہؓ بھی رونے لگے۔ مگر ان باتوں سے یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ دوسروں کی تکلیف یا مصیبت کے وقت آپ چیختے چلاتے یا بین کرکے روتے ہوں گے۔ ہرگز نہیں۔ ایسا کام آپ سے کبھی بھی صادر نہیں ہوا۔

(۴۰)

اگر کوئی شخص آپ کی زندگی کا مطالعہ کرکے اپنی اخلاقی تربیت اور اپنے اندر وہی اخلاق پیدا کرلے تو کوئی اُسے بُرا یا بدتمیز اور کج خلق نہ کہے گا۔ آپ کا اُٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا۔ غرض ہر کام سلیقے اور تہذیب سے ہوتا تھا۔ کبھی کوئی بات یا کوئی کام ایسا نہ کرتے جو تہذیب سے ذرا بھی گرا ہوا ہو۔

آپ بولتے وقت آہستہ آہستہ اور متانت سے کام لیتے تھے۔ جس بات پر زور دینا ہوتا تھا اُسے دو تین بار یا زیادہ

مرتبہ جیسا موقع ہوتا تھا فرماتے۔ خوشی کی حالت میں نگاہ نیچی ہوتی تھی۔ اکثر مسکراتے مگر کبھی بےکار طور پر کھول کر نہ ہنستے۔ بے ضرورت کبھی نہ بولتے۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو تھوڑے لفظوں میں اپنا مفہوم واضح کردیتے۔ جب کوئی بات کہتا ہوتا تو اُسوقت تک نہ بولتے جب تک کہ وہ اپنی بات ختم نہ کرلیتا۔ بات کرتے ہیں کسی کو آپ کبھی نہ ٹوکتے۔ کھانا کھاتے وقت جو موجود ہوتا کھالیتے۔ اگر کوئی شے ناپسند ہوتی تو اُس میں ہاتھ نہ ڈالتے نہ دوسروں کے آگے کا کھانا اُٹھا اُٹھاکر اپنے سامنے رکھتے۔ بلکہ دوسروں کو اس حرکت سے منع فرماتے کھانا کبھی تکیہ پر ٹیک لگاکر نہیں کھایا۔

مجلس میں صحابہؓ کے ساتھ اس طرح بیٹھتے کہ ناواقف شخص آپ کو آسانی سے پہچان نہ سکتا تھا۔ کہیں تشریف لیجاتے تو اپنے لئے خاص طور سے عزت کی جگہ تلاش نہ کرتے بلکہ جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے۔

آپ کا لباس عام طور پر موٹا جھوٹا اور سادہ مگر صاف ہوتا تھا۔ لیکن قیمتی لباس سے آپ کو نفرت نہ تھی۔ ہاں رنگے ہوئے بالخصوص شوخ رنگ کے کپڑے آپ پسند نہیں فرماتے تھے۔

ملاقات کے وقت خود سلام کرتے اور مصافحہ فرماتے۔
جب تک دوسرا شخص ہاتھ نہ چھوڑتا آپ بطور خود نہ چھڑاتے
اگر کوئی شخص کان میں کچھ عرض کرنا چاہتا تو اُس وقت تک
کان کو اُس کی طرف سے نہ ہٹاتے تھے جب تک کہ وہ بات
ختم کر کے خود منہ نہ ہٹا لیتا۔

غرض آپ ایسے اعلیٰ درجہ کے نبی ہیں کہ آپ کا ہر
فعل ہمارے لئے پیروی کے قابل ہے۔

بچو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کرو۔
اور خود بھی اور دوسروں کو بھی انہیں جیسے فعل کرنے کی
تلقین کرو۔

تمت

سلسلہ تعلیم القرآن کے رسائل

مسلمان بچوں کے قرآن پڑھنے اور اس کا ترجمہ سیکھنے کیلئے سلسلہ تعلیم القرآن جاری ہو چکا ہے۔ اس سلسلہ کا سب سے پہلا رسالہ پہلی مرتبہ جنوری سنہ ۴۰ء میں دو ہزار کی تعداد میں اور دوسری دفعہ جنوری ۱۹۴۱ء میں بعض ترمیمات کیساتھ چھپ چکا ہے۔ اس رسالہ کو پڑھ کر جاہل سے جاہل بچہ بھی قرآن مجید ناظرہ بخوبی بآسانی سے پڑھ سکتا ہے۔

پہلا ایڈیشن قیمت ۲ر یہ رسالہ اُن بچوں کے لئے مفید ہے جو حروف کی نستعلیق شکلوں سے مانوس ہوں نیز وہ بچے جو نماز، چھوٹی چھوٹی سورتیں مختلف کلمے اور دعائیں مع ترجمہ کے سیکھنا چاہیں اُن کے لئے یہ ایڈیشن بے انتہا مفید ہے۔

دوسرا ایڈیشن قیمت ۱ر یہ ایڈیشن بالکل اَن پڑھ بچوں کو قرآن مجید صرف ناظرہ طریقے سے پڑھنا سکھاتا ہے۔ نماز اور دیگر چیزیں اس سے حذف کر دی گئی ہیں۔

دیگر رسائل جو قرآن مجید کے ہر لفظ کا ترجمہ سکھا سکیں زیر ترتیب ہیں۔